

ٹوپی کی شرعی حیثیت



تالیف

مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاضی عبداللطیف کلاچوی صاحب دامت برکاتہم

فاضل دارالعلوم دیوبند

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا مفتی محمد عاصم زکی صاحب دامت برکاتہم

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ عمر فاروق

ٹوپی کی شرعی حیثیت

تالیف

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاضی
عبداللطیف صاحب کلاچوی دامت برکاتہم
فاضل دارالعلوم دیوبند

پسند فرمودہ

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا
مفتی محمد عاصم زکی صاحب دامت برکاتہم
استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

ناشر

مکتبہ عمر فاروق، 4/501، شاہ فیصل کالونی، کراچی، فون: 4594144

کتاب کا نام.................. ٹوپی کی شرعی حیثیت

باہتمام.................. فیاض احمد

تاریخ اشاعت جدید.......... رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بمطابق جولائی ۲۰۰۸ء

تعداد.................. ۱۱۰۰

صفحات.................. ۱۵۹

ناشر.................. مکتبہ عمر فاروقؓ۔
شاہ فیصل کالونی نمبر۴، کراچی
فون:0334-3432345 - 021-4594144

ملنے کے دیگر پتے

دار الاشاعت، اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن لسبیلہ چوک کراچی
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبۃ الحسن، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی
مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
دار القرآن اکیڈمی، محلہ جنگی، پشاور

ضروری گزارش

تمام قارئین کی خدمت میں عاجزانہ گزارش ہے کہ اس کتاب میں حتی الامکان حوالہ جات اور تصحیح کی بھرپور کوشش کی گئی ہے پھر بھی اگر کوئی غلطی آپ کو نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔ ہم آپ کے نہایت شکر گزار ہوں گے اور آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس غلطی کی اصلاح کردی جائے گی۔

فہرست عنوانات

نمبر شمار عنوان صفحہ نمبر

پہلا باب: حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ کی ٹوپیوں کا ذکر

دوسرا باب: ٹوپی سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنسی تحقیقات کے آئینہ میں

تیسرا باب: ٹوپی اور عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے پر ایک علمی تحقیق

چوتھا باب: ننگے سر نماز کا تحقیقی جائزہ

پانچواں باب: ٹوپی پہننے کی شرعی حیثیت اہل علم حضرات کے فتاوی کی روشنی میں

نذرِ حقیر

ببارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

سید الرسل، سید المرسلین، سید الانبیاء، محبوب خدا، شفیع المذنبین، رحمۃ للعلمین، سید الانس والجان، حضور شفیع یوم النشور، حضور افضل الرسل، تاجدار کونین، ساقی کوثر، شافع محشر، سرور انبیاء، حبیب کبریا، سیدنا نعمت اللہ آخر الانبیاء، خلیفۃ اللہ الاعظم، خاتم النبیین، مظہر اللہ الاتم، نعمۃ اللہ الاکرم، رسول الکل، حضور رحمت مجسم، حضور سید ولد آدم، سید کونین، حضور خیر الرسل، حضور سیدنا مخزن اسرار اللہ، سید الاولین والاخرین۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گر قبول افتد زہے عز وشرف

شفاعت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج

سراپاء عیوب وعاصی ولاشئی

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

انتساب

سرمایۂ خاندان نقشبند، غواص بحر حقیقت، غواص دریائے حقیقت، شہسوار میدان طریقت، مہر شریعت، بدر طریقت پیشوائے واقفان طریقت، حضرت مولانا شمس الرحمن العباسی نقشبندی غفوری دامت برکاتہم وفیوضہم خلیفۂ اجل عارف باللہ فانی فی اللہ یگانۂ جہان ومقتدائے زماں، منبع اسرار، مرقع انوار، مرشد برحق حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب عباسی نقشبندی غفوری نوراللہ مرقدہ کے نام منسوب کرتا ہوں۔

جن کی نگاہ عارفانہ کے طفیل علم دین کی تمام تر مشکلیں راقم کے لئے آسان ہو گئیں اور ساتھ ساتھ ان کے اسم گرامی سے معنون کر کے فخر و مباہات اخروی کا سرمایہ بہم پہنچاتا ہوں۔ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

کسی کی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسن انتخاب کی ہے

بندۂ ناچیز وسراپا عیوب
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت اقدس مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کلاچوی

دامت برکاتہم فاضل دارالعلوم دیوبند

گرامی قدر محترم مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری کثیر التصانیف زادت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی خیر وعافیت سے ہوں گے۔

برخوردار مولوی محمد ہاشم صاحب کی وساطت سے تین کتب تجلیات غفوری، شہدائے اسلام اور صوفیائے کرام کے آخری لحات، مساجد کو شہید اور مسمار کرنے پر شرعی حکم تعداد کے لحاظ سے تین عدد کتب کا ہدیہ عنایت فرمایا، میرے نزدیک یہ خزانہ لازوال ہے، احباب کو ہدایا پیش کرنا صرف رسم نہیں سنت نبوی ﷺ بھی ہے، حق تعالیٰ اس احسان عظیم کو جانبین کی فلاح کا ذریعہ گردانے ، ممنون ہوں............ میرے نزدیک آپ کی یہ مبارک خدمات انشاء اللہ صدیوں تک قائم اور دائم ہوں گے۔ جزاک اللہ

مزید کتب سے بھی فیض حاصل کیا، ٹوپی کی شرعی حیثیت، اسلامی پہیلیاں، ان کے چند اجزاء دیکھے بہت پسند آئے اور آخر میں دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے، آمین

قاضی عبداللطیف

از کلاچی ۲۲/۵/۰۸

تقریظ

عالم باعمل، پیکرِ اخلاص

حضرت مولانا مفتی اظہار احمد بخشی صاحب دامت برکاتہم

دارالافتاء جامعہ امدادالعلوم، ناظم آباد، کراچی

دورِ حاضر میں مغربی تہذیب کی یلغار اور اس پر مستزاد روشن خیالوں کے افکار نے مسلمانوں کو نہ صرف حیران و پریشان کیا ہوا ہے بلکہ عملاً بھی مسلمان اس سراب کے دھوکے میں آچکے ہیں، مسلمانوں میں پیدا ہونے والے اس انتشار کی وجوہات صرف اور صرف قرآن کریم کی تعلیمات سے ناواقفی اور آپ ﷺ کی سنتوں سے انحراف ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''ٹوپی کی شرعی حیثیت'' اسلامی تعلیمات اور تشخص سے ناواقفی پر آگاہی کی روشن دلیل ہے جس میں مؤلف کتاب ''مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری حفظہ اللہ'' نے پوری جانفشانی کے ساتھ محققانہ انداز میں اس مسئلہ کے حدود اربعہ اور خدوخال کو واضح کیا ہے نیز آنحضرت ﷺ کے لباس سے متعلق بھی احادیث مبارکہ ذکر کیں ہیں، اس کے علاوہ جدید سائنسی تحقیقات کے ضمن میں ٹوپی اور سر ڈھانپنے کی افادیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے، جس سے ٹوپی کے استعمال کی دینی اور دنیاوی منفعت واضح ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب اور قارئین سب کے لئے اس تالیف کو ہدایت اور ذخیرۂ آخرت کا سبب بنائے اور اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت نصیب فرمائے۔ آمین

احقر الی اللہ

اظہار احمد بخشی

21/06/08

تقریظ

نمونہ اسلاف، علم وعمل کا سنگم، فضیلۃ الشیخ
حضرت مولانا مفتی محمد عاصم زکی صاحب دامت برکاتہم
استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

عزیزم محترم مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری جن کو اللہ تعالیٰ نے علمی وادبی ذوق وشوق نیز بزرگانِ دین وصوفیاء کرام کی کتب کا مطالعہ اور اس میں سے عامۃ الناس کے لئے مفید کلمات، ملفوظات و واقعات کو جمع کر کے شائع کرنے کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو "خیر الناس من ینفع الناس" کا مصداق بنا دے۔ آمین

اسی شوق وامہت کا دردر کھنے کی بناء پر مولانا موصوف نے کئی مفید کتب تالیف فرمائی ہیں جو مختلف اشاعتی اداروں نے اپنے ہاں سے شائع کی ہیں، جیسے.....................

چونکہ آج کل خصوصاً نوجوان طبقہ میں بغیر ٹوپی ننگے سر نماز پڑھنے کا طریقہ رواج پا گیا ہے اور ٹوپی پہننے کی اہمیت ان کے دلوں سے نکل چکی ہے اس لئے مولانا موصوف نے خصوصی طور پر اس موضوع پر بھی قلم اٹھا کر ایک گرانقدر تصنیف فرمائی، جس کا نام "ٹوپی کی شرعی حیثیت" لکھا۔ بندہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے پوری کتاب تو نہیں دیکھ سکا البتہ مختلف مقامات سے سرسری طور پر دیکھا اور اپنے موضوع پر مفید ترین کوشش کے درجہ پر پایا۔

موصوف کی کتاب میں پانچ ابواب.......................ہیں ان ابواب کی ترتیب سے کتاب کا موضوع اور فائدہ نمایاں ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور ان کی اس محنت کو مسلمانوں کی ہدایت اور وحدتِ اسلامی کا مظہر بننے کا ذریعہ بنائے، آمین وصلی اللّٰہ وسلم علی النبی الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

فقط والسلام

محمد عاصم زکی

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی باتیں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ....اما بعد

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (پ۳، سورہ آل عمران)

شافع محشر ساقی کوثر حضور اقدس ﷺ کی محبت لازمی امر ہے بلکہ آپ ﷺ نے تو ایمان کا دارومدار اپنی محبت کو بتایا ہے۔

کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (متفق علیہ)

تم میں سے کوئی ایک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ مجھے اپنے والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ مانے۔

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے پیارے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب رکھے، اور محبت کی علامت ہوتی ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اس کی ہر ادا کو اپناتا ہے، اس کے ہر ہر فرمان پر لبیک کہتا ہے، کیا محبت اسی کا نام ہے کہ اپنے محبوب نبی ﷺ کی سیرت وصورت سے عداوت اور ان کے دشمن انگریز کی تہذیب وتمدن سے پیار......!!

......شرم تم کو مگر آتی نہیں

آجکل کے مسلمان اپنے پیارے محبوب نبی ﷺ کے فرامین مبارکہ پڑھ کر ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ آپ لوگ کس راستہ پر گامزن ہیں؟

بلکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ

اس نئی تہذیب کے گندے ہے انڈے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

سنت سے محبت پر انعام

عن انس قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا بنیّ من أحب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا! جس شخص نے میری سنت سے محبت کی تو یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی شریف، مشکوۃ شریف عربی صفحہ ۳۰)

سرکارِ دو جہاں نبی اکرم ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ

کتب احادیث میں سرکار دو جہاں ﷺ کے ارشادات بار بار ملتے ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے نبی ﷺ کی مبارک سنتوں پر چلنا بے حد ضروری ہے، اور سنتوں کے خلاف عمل کرنا سخت خسارہ کی بات ہے، آنحضرت ﷺ کے چند ارشادات مبارکہ ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

(۱) جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میرا نہیں ہے

(۲) جو دوسروں کے طریقے پر چلے وہ ہم میں سے نہیں ہے

(۳) جو میرے طریقے سے منہ پھیر لے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے

(۴) جس نے میری سنت برباد کی ان پر میری شفاعت حرام ہے۔

(فتاوی رحیمیہ ج۲ص ۲۰۴،۲۰۵)

فیشن پرست مسلمان متوجہ ہوں

اللہ، اللہ کس قدر تاکید فرمائی ہے آقائے دو جہان ﷺ نے اپنی سنتوں پر عمل کرنے کی، ہمارے فیشن پرست مسلمان ذرا ان ارشادات کو بغور مطالعہ تو فرمائیں اور خوب سوچ لیں کہ کیا ہم امریکہ، کینیڈا، یورپ اور روس میں بسنے والی قوموں کی تقلید کریں گے یا ہمارے سرکار دوعالم ﷺ کی مبارک سنتوں پر چلیں گے۔

آخر کبھی تو ان سب باتوں پر غور کرو، کبھی تو عمل کرنے کی سوچو، آخر ہمیں مرنا ہے یا نہیں؟

تمام سنتیں خداوند قدوس کو پسند ہیں

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام سنن خداوند عالم کے پسند فرمودہ ہیں اور جو چیزیں خلاف سنت ہیں وہ شیطان کی پسند کردہ ہیں۔ (مکتوبات جلد اصفحہ ۲۵۵)

سنت کو زندہ کرنے کا ثواب

غرض حضور ﷺ نے اتباع سنت کی بہت ہی تاکید فرمائی جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے:

من احیی سنة من سنتی قد امیت بعدی فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا۔ (اطاعت رسول ﷺ ص ۱۳۶)

جس نے میری سنتوں میں سے کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی تھی،

زندہ کیا تو اس کو ان سب لوگوں کے برابر ثواب ملے گا، جو اس پر عمل کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائیگی۔

آج اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ اس وقت بے شمار سنتیں ایسی ہیں جن پر عمل نہیں ہو رہا ہے گویا کہ وہ مردہ ہو چکی ہیں بلکہ ان سنتوں کا مذاق اڑایا جارہا ہے طرح طرح کی تاویلیں کی جارہی ہیں بس ایک زریں موقع ہمارے سامنے ہے اللہ کا نام لے کر آگے ہم بڑھیں اور سنتوں پر عمل کرنا شروع کر دیں اور اس ثواب عظیم کے مستحق بن جائیں، خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

خاتم النبیین ﷺ کی وصیت مبارک

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور ایک اللہ کے رسول ﷺ کی سنت'' ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں ترکت فیکم ثقلین میں تم میں دو بوجھل (بھاری) چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب، دوسرے میری سنت، جب بھی سنت کا دامن ہاتھ سے چھوٹے گا پھر گمراہی ہی گمراہی ہے گویا سنت کی اتباع کرنے والا راہ راست پر ہو گا اور سنت کو ترک کرنے والا گمراہ ہو گا۔

ترک سنت پر وعید

آیئے اب ہم دیکھیں کہ حضور ﷺ کی مبارک سنتوں کی مخالفت کرنے اور ان کو ترک کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کے کیا ارشادات ہیں، سینکڑوں احادیث میں ایسے لوگوں کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں، لیکن اختصار کے لئے یہاں پر صرف دو ہی احادیث درج کی گئی ہیں جن سے اندازہ ہو جائے گا کہ سنت کے

ترک کرنے پر آقائے دو جہاں حضور ﷺ کس قدر ناراض اور خفا ہوتے ہیں اور آپ ﷺ پر یہ کس قدر ناگوار گزرتا ہے۔

(۱)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتا ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے، پھر آپ ﷺ نے ان چھ آدمیوں کے بارے میں فرمایا جن میں سے ایک ''تارک سنت'' بھی ہے یعنی ان چھ قسم کے افراد میں سنت کا چھوڑنے والا بھی ہے۔ (اطاعت رسول ﷺ، ص ۴۹)

واقعی ہمارے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے کہ ہم کس قدر غفلت کے اندھیرے میں پڑے ہیں، سنتوں کو ہلکا جان رہے ہیں اور بعض تو ان کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ ایسے افراد پر لعنت فرما رہے ہیں۔

خدارا سوچئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت کے بعد دنیا اور آخرت میں کسی کا کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے، آخر ہم کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے؟

(۲)..... ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری پوری امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جو انکار کرے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا یارسول اللہ ﷺ! وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور انکار کیا۔ (مشکوٰۃ)

گو کہ ایسا شخص مسلمان ہونے کی وجہ سے کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ضرور ہوگا لیکن بہر حال ایسے کافروں کے ساتھ کچھ عرصہ تو جہنم میں رہنا پڑے گا، کیونکہ دنیا میں اس نے ان کی نقالی کی تھی اور ان کا ساتھ دیا تھا اور سنتوں کی مخالفت کی تھی تو دنیا میں جتنی مقدار اور جتنی مدت ان کی نقالی کی ہوگی اور اپنے نبی ﷺ کے طریقوں کو چھوڑا ہوگا اسی حساب سے اس کی سزا بھی تجویز ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے نبی برحق ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور جہنم سے امان نصیب فرمائے اور اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ پہلے ہی زمرہ میں جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

اظہار حقیقت

حالت نماز میں ستر عورت پر فرض ہے مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر سوائے چہرے ہاتھ اور پاؤں کے باقی پورا جسم ستر ہے، باامر مجبوری ایک کپڑے میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے جب وسعت دی ہو تو پھر قمیض، شلوار اور عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز ادا کرنا افضل ہے، حالانکہ ہمیں جس وضع ہیئت میں دنیاوی معزز لوگوں کے پاس جانا معیوب لگتا ہے ایسے ہی بارگاہ خداوندی میں جانا بھی معیوب لگنا چاہئے اور اس عمل سے اجتناب کرتے ہوئے عمامہ یا ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھانپ کر نماز ادا کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وسعت دی ہے تو ہمیں وسعت کو اختیار کرنا چاہئے چنانچہ امام بخاری بخاری شریف میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو پھر وسعت کو اختیار کرو۔ علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے قمیض، تہبند اور عمامہ۔

ننگے سر نماز کی حقیقت

گزشتہ کئی برسوں سے مغربی (انگریزی) تہذیب کے پروردہ ننگے سر رہنے کے جراثیم تیزی سے پھیلا رہے ہیں جس میں انہیں کامیابی ملتی نظر آتی ہے اب ننگے سر رہنا تہذیب کا حصہ اور عمامہ یا ٹوپی پہننا معیوب سمجھا جاتا ہے ان حالات کے پیش نظر مغربیت زدہ افراد کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے مذہبی بہروپیوں نے نماز جیسی مقدس عبادت ذہنیت میں بھی عمامہ اور ٹوپی پہننا ترک کر دیا ہے اور ننگے سر سنت نبوی ﷺ قرار دے کر انگریزی تہذیب کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے، درحقیقت ننگے سر عبادت کرنا یہودیوں کا شعار ہے، وہ اپنی عبادت گاہوں میں ننگے سر

عبادت کرتے ہیں اور نماز میں غیر مسلموں کی مشابہت سخت منع ہے مثلاً مجوسی پرستش آگ کے وقت دھوئیں سے بچنے کے لئے منہ اور ناک بند رکھتے ہیں ہمارے لئے نماز میں منہ اور ناک بند رکھنا مکروہ ہے، کمر میں کپڑا باندھ کر اور امام کا محراب (طاق) کے اندر کھڑا ہونا اہل کتاب کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے تو کیا سر سے ننگا ہونا یہود اور نصاریٰ کا شعار نہیں ہے، افضل العبادۃ میں ننگے سر رہنے پر کیوں ان کو خوش کرتے ہو؟ کیا یہ اسلامی تہذیب کا مذاق اور انگریزی تہذیب سے پیار نہیں ہے؟ کیا اس سے یہود و نصاریٰ کی تہذیب و تمدن کو تقویت نہیں ملتی؟ اگر یہ یہود و نصاریٰ کا شعار ہے اور واقعی ہے تو پھر اس قبیح فعل سے اجتناب ضروری ہے۔

لباس کے متعلق قرآنی حکم

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَ رِیْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ (الاعراف:۲۶)

ترجمہ: اے اولاد آدم! بے شک اتارا ہم نے تم پر لباس جو ڈھانپتا ہے تمہاری شرم گاہوں کو اور باعث زینت اور پرہیزگاری کا وہ لباس سب سے بہتر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

جلیل القدر مفسر حضرت الامام اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ مذکورۃ آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ حالت نماز میں اچھا لباس پہننا مستحب ہے۔ (تفسیر روح البیان، ج ۳، ص ۱۵۴)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تمام انسانوں کو لباس سے باپردہ رہنے کے حسن کو بیان فرمایا ہے تاکہ انسان کو علم ہو جائے کہ لباس اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور لباس جسم کے اعضا میں سر سے پاؤں کے ٹخنوں تک کے لئے ہوتا

ہے جس شخص نے بھی جسم کے کسی حصے کا لباس ترک کیا اس نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ حسن لباس کے انعام کو قبول نہ کیا۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد پہن لیا کرو اپنا لباس ہر (نماز کے وقت) مسجد میں

یعنی مساجد میں اپنے لباس کی زینت ترک نہ کرو بلکہ اسے استعمال کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو تاکید کی ہے کہ تم اپنا لباس ترک نہ کرنا کیونکہ یہ ابلیسی طریقہ ہے شیطان اپنے دوستوں کو ننگا رہنے کی ترغیب دیتا ہے اور پھر مزید تاکید کرتے ہوئے مسجد کا ذکر بھی کیا کہ مساجد میں اپنے لباس کی زینت کو استعمال کرو اب قرآن کے واضح فیصلے کے بعد بھی اگر کوئی شخص ننگے سر نماز فخر سے ادا کرتا ہے تو یقیناً یہ ابلیسی شعار اپنانے کے مترادف ہے۔

عمامہ، ٹوپی پہننا فطرت انسانی ہے

لا تزال امتی علی الفطرۃ ما لبسوا العمائم علی القلانس (کنز العمال، ج۸ص۱۹)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت جب تک ٹوپیوں پر عمامے باندھتی رہے گی تب تک فطرت انسانی پر قائم رہے گی۔

اس حدیث عالیہ سے معلوم ہوا کہ جو آپ کا امتی عمامہ شریف اور ٹوپی نہیں پہنتا وہ فطرت انسانی سے گرا ہوا ہے، اس حدیث میں بالخصوص ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو کپڑے کے ہوتے ہوئے بھی ننگے سر نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ فعل فرمان مصطفیٰ ﷺ اور فطرت انسانی کے خلاف ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے پیارے محبوب نبی کریم ﷺ کے حکم مبارک پر عمل

کریں، اور آپ ﷺ کے محبوب و پسندیدہ فعل کو پسند کریں، اور آپ ﷺ کے ارشادات و احکام کو اپنی آنکھوں اور دل پر رکھیں، انگریز و مخالفان اسلام کے فیشن اور طریقوں کو اپنے پاؤں تلے روندڈالیں۔

اللہ تعالیٰ عزوجل ہم سب کو اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل اتباع نصیب فرمائے اور آپ ﷺ کی محبت میں فانی و مستغرق فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بندۂ ناچیز

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پہلا باب

حضور نبی کریم ﷺ

اور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ

کی ٹوپیوں کا ذکر

حضور اقدس ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے

(۱)...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے، اس کو طبرانی نے روایت کیا، سیوطی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے، جامع صغیر کے شارح عزیزی نے فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے۔ (السراج المنیر، ج ۴ ص ۱۱۲)

(۲)...... ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے، اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا، اس میں ایک راوی عبداللہ بن خراش ہیں، ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور فرمایا کہ بسا اوقات غلطی کرتے ہیں، جمہور ائمہ نے ان کی تضعیف کی ہے، بقیہ رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد للہیثمی ج ۲ ص ۱۲۴)

(۳)...... ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے، طبرانی نے اس کو معجم اوسط میں اپنے استاذ محمد بن حنفیہ واسطی سے نقل کیا ہے جو ضعیف ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۲۴)

آپ ﷺ کے پاس تین ٹوپیاں تھیں

(۴)...... ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ﷺ کے پاس تین ٹوپیاں تھیں۔ (بذل المجہود ج ۶ ص ۵۲)

(۵)...... مختصر میں ہے حضرت ﷺ کی تین ٹوپیاں اس طرح کی تھیں ایک (اندر میں کوئی چیز رکھ کر) سلی ہوئی، دوسری (یمنی) حبرہ چادر کی، تیسری کان والی جس کو آپ ﷺ سفر میں پہنتے تھے، کبھی اپنے سامنے نماز پڑھتے وقت رکھ لیتے۔ (یہ حدیث ضعیف ہے تذکرۃ الموضوعات ص ۱۵۵)

سفید چپٹی ہوئی ٹوپی

(۶)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ﷺ سفید

(سر سے) چپٹی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے۔ (ابن عساکر نے اس کو روایت کیا اسکی سند ضعیف ہے فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۶)

(۷)...... حضرت ﷺ نے فرمایا، مُحرم آدمی کرتا، عمامہ، پائجامہ، اور (ایک خاص قسم کی) ٹوپی نہیں پہنے گا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۰۹ وج ۲ ص ۸۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ لوگ حضرت ﷺ کے زمانہ میں ٹوپی پہنتے تھے۔

(۸)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت گذر چکی ہے کہ حضرت ﷺ ٹوپی عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے بھی پہنتے تھے۔ (ابن عساکر وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے، سنداً ضعیف ہے)

آپ ﷺ کی سفر و حضر میں ٹوپی

(۹)...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ سفر میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے، اور حضر میں پتلی یعنی شامی ٹوپی۔ (ابوالشیخ نے اس کو روایت کیا، عراقی نے فرمایا کہ ٹوپی کے باب کی یہ سب سے عمدہ سند ہے، فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۶)

(۱۰)...... ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں پھیلی ہوئی چپکی ہوئی ہوتی تھیں۔ (ترمذی نے اس کو روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ج ۱ ص ۳۰۸)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یعنی سر کو گھیرے ہوئے تھیں، سر پر اٹھی ہوئی نہیں تھیں، بلکہ اس پر پھیلی ہوئی تھیں۔ (الکوکب الدری ج ۲ ص ۴۵۲)

روایت میں لفظ اکمام آیا ہے، یہ کُمہ کی جمع ہے جس کا معنی ٹوپی کا ہے، اگر یہ کم کی جمع مانی جائے تو اس وقت حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آستینیں چوڑی تھیں۔

عمامہ کو ٹوپی پر باندھنا

(۱)...... حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کشتی لڑی تو حضرت

ﷺ نے ان کو پچھاڑ دیا، حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا فرمارہے تھے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔

(ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند درست نہیں اور ہم ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو نہیں پہچانتے۔ ترمذی ج ا ص ۳۰۸)

(۲)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ٹوپی پہنتے تھے عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے بھی اور عمامہ باندھتے تھے بغیر ٹوپی کے اور یمنی ٹوپی پہنتے تھے اور وہ سفید (درمیان میں روئی وغیرہ رکھ کر) سلی ہوئی تھی اور لڑائی میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے، اور کبھی ٹوپی نکال کر اپنے سامنے سترہ کے طور پر رکھ لیتے اور نماز پڑھتے اور آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اپنے ہتھیار اور جانور اور سامان کا نام رکھ لیتے (ابن کورویانی نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا اور یہ ضعیف روایت ہے۔ (الجامع الصغیر مع فیض القدیر للمناوی ج ۵ ص ۲۴۷)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ روایت میں یہ جو مذکور ہے کہ آپ ﷺ ٹوپی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے تو ظاہر یہ ہے کہ ایسا آپ گھر میں کرتے تھے، جب باہر نکلتے تھے تو ظاہر یہ ہے کہ بغیر عمامہ کے نہیں نکلتے تھے۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۷)

حضرت مناوی رحمۃ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں حضرت ﷺ باہر ہمیشہ عمامہ پہنتے تھے۔ واللہ اعلم۔

حافظ عراقی شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ ٹوپی کے بارے میں سب سے عمدہ اسناد وہ ہے جو ابوالشیخ نے ذکر کی ہے، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے کہ حضرت ﷺ سفر میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں پتلی کی ہوئی یعنی شامی، اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھنا مستحب اور مندوب ہے۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۶)

عراقی اور مناوی کے کلام سے معلوم ہوا کہ ان کے خیال میں عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھنا بہتر ہے، اسی طرح کا مضمون ملا علی قاری رحمۃ اللہ وغیرہ کی عبارت سے

بھی نکلتا ہے، جو انہوں نے ترمذی کی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ والی مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھی ہے، بلکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ اور علامہ مناوی رحمہ اللہ دونوں نے شمائل ترمذی کی شرح میں علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ سے بعض علماء کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کی ہیئت ہے (شرح شمائل ج ۱ ص ۱۶۵ و ج ۱ ص ۱۶۸) تحفۃ الاحوذی میں ابن الجوزی کے بجائے جزری لکھا ہے۔ (ج ۳ ص ۴۹)

لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپی کے بغیر باندھتے ہیں، شیخ الہند رحمہ اللہ، علامہ کشمیری رحمہ اللہ اور مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ نے یہی مطلب لیا ہے۔ (انوار داؤد، ج ۲ ص ۴۴۶)

یہ ہمارے اور ان کے درمیان فرق ہے، اس سے صرف ٹوپی کا مشرکین کی ہیئت ہونا لازم نہیں آتا، نیز وہ حدیث ضعیف ہے، علاوہ بریں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف ٹوپی پہننا مذکور ہے گو وہ بھی ضعیف ہے۔

اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ تمام صورتیں جائز ہیں، عمامہ بغیر ٹوپی کے اور ٹوپی بغیر عمامہ کے لیکن ٹوپی پر عمامہ باندھنا سب سے افضل ہے۔

اس لئے کہ عمامہ باندھنا رسول پاک ﷺ کا اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

مناوی شرح شمائل میں شرح زیلعی سے نقل کرتے ہیں کہ سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی اور بلند (روئی وغیرہ ڈال کر) سلی ہوئی ٹوپی یا اس کے علاوہ کوئی اور ٹوپی عمامہ کے نیچے پہننے یا بغیر عمامہ کے پہننے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ سب حضرت مصطفیٰ ﷺ سے منقول ہے اور اسی سے بعض حضرات نے بعض علاقوں کے اس رواج کی تائید پیش کی ہے کہ وہاں لوگوں نے عمامہ بالکل ترک کر دیا اور علماء کرام سفید ٹوپی پر چادر ڈال لیتے ہیں اور اس سے پہچانے جاتے ہیں، لیکن افضل عمامہ ہے۔ (ج ۱ ص ۱۶۵)

(۳)...... شرح ابوداؤد صفحہ ۹۶ جلد ۴ امام غزالی رحمہ اللہ علیہ احیاء العلوم صفحہ

۶۲۸، جلد دوم میں فرماتے ہیں ان یلبس القلنسوۃ بغیر عمامة ویلبس العمامة بغیر قلنسوۃ انتھی، عون المعبود شرح ابوداؤد صفحہ ۹۶ جلد ۴ امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم صفحہ ۶۸ جلد دوم میں فرماتے ہیں: کان یلبس القلانس تحت العمامة وبغیر عمامة اھ یعنی رسول کریم ﷺ کبھی عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے اور کبھی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے۔

(۴)......علامہ سیوطی رحمہ اللہ جامع صغیر میں لکھتے ہیں کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم ویلبس العمائم بغیر قلانس اھ (سراج المنیر شرح جامع الصغیر، صفحہ ۱۸۳) اسی حدیث کو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بحوالہ جامع صغیر مرقاۃ میں بھی لکھا ہے، نیز امام سیوطی رحمہ اللہ رسائل اثنا عشر کے صفحہ ۲۷ میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں وقد ذکر البارزی فی توثیق عرسی الایمان ان النبی ﷺ کان یلبس القلانس تحت العمائم ویلبس القلانس بغیر عمائم ویلبس العمائم بغیر قلانس اھ پھر اس کے آگے فرماتے ہیں کہا رسم بن یزید طحان نے میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں دیکھا وعلیہ قلنسوۃ لاطیۃ اس پر ٹوپی لاطیہ تھی جو سر کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے، اسے سمجھا جاتا ہے کہ ٹوپی بغیر عمامہ تھی، اور مشکوۃ میں ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں کشادہ تھیں جو سر پر لگی ہوئی ہوتی ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کبھی حضور ﷺ صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے فتح مکہ کے دن رسول اکرم ﷺ کے سر مبارک پر سفر تھی جو آہنی ٹوپی کو کہتے ہیں، پس کبھی ٹوپی اور کبھی پگڑی پہننے والا ہرگز تارک سنت نہیں ہے۔

(۵)......لعمامة علی القلنسوۃ فصل مابیننا وبین المشرکین یعطی المؤمن یوم القیمة لکل کورۃ یدورها علی راسه نورا رواہ الباوردی عن رکانة وفی اخری من اعتم فله بکل کورۃ حسنة فاذا حط فله بکل خطة خطیئة

پگڑی کو ٹوپی کے اوپر باندھنے سے مشرکین اور ہمارے مابین امتیاز ہو جاتا ہے اور مومن کو قیامت میں پگڑی کے ہر بل پر نور عطا ہوگا، اور ایک روایت میں ہے جو پگڑی باندھتا ہے اسے ہر بل کے عوض ثواب ملے گا، اور جب اس کے بل کھولتا ہے تو ہر بل کے کھولنے پر گناہ جھڑتے ہیں۔

(ف) حضرت ملا علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اگر یہ حدیث سخت ضعیف نہ ہوتی تو اس سے ثابت کیا جا سکتا تھا کہ موٹی پگڑیاں باندھنی چاہئیں۔

فائدہ:

فائدہ نمبر ۱: کل قیامت میں جب کہ ہر فرد اپنی عزت بچانے کی فکر میں ہوگا، پگڑی باندھنے والوں کے سروں پر نورِ حق چمکتا ہوگا۔

فائدہ نمبر ۲: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس طرح پگڑی کے ہر بل کھولنے پر گناہ معاف ہوتے ہیں اس طرح باندھنے میں بھی ہر بل کے عوض ثواب ملے گا۔

(۲)......ان الله اکرم هذه الامة بالعمائم علی القلانس رواه ابوداؤد والترمذی عن رکانة۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو پگڑیوں کو ٹوپیوں پر باندھوا کر معزز بنایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا لباس

کرتہ

رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں میں کرتا زیادہ پسند تھا۔ (ترمذی، ابوداؤد، معارف الحدیث)

رسول اللہ ﷺ کے کرتہ کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی، مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ کی قمیص کا گریبان سینہ مبارک پر ہوتا تھا۔ (خصائل نبوی)

کرتے کے گریبان کا کھلا ہونا

رسول اللہ ﷺ کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوتا تھا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر تبرکاً مہر نبوت کو چھوا (شمائل ترمذی) کبھی رسول اللہ ﷺ اپنے کرتے کا گریبان کھول لیا کرتے تھے اور سینہ اطہر صاف نظر آتا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے۔ (شمائل ترمذی، اسوۂ حسنہ)

حبرہ (چادر)

رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں میں سے حبرہ (چادر) کا پہننا بہت پسند تھا۔ (بخاری مسلم، معارف الحدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھائی اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک ان دونوں کپڑوں میں ہوا تھا۔ (شمائل ترمذی)

آپ ﷺ ہمیشہ تہبند ناف سے نیچے باندھتے تھے اور نصف پنڈلی سے اونچا رکھتے۔ (خصائل نبوی)

قیمتی جبہ اور قیمتی چادریں

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ رومی جبہ پہنا، جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ (بخاری، مسلم، معاف الحدیث)

عمامہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے زیب سر سیاہ عمامہ تھا۔ (مسلم، ریاض الصالحین)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، اس وقت آپ ﷺ سیاہ رنگ کا عمامہ زیب سر فرمائے ہوئے تھے اور اس کا کنارہ آپ ﷺ نے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔ (مسلم، معارف الحدیث)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عمامہ باندھا کرو، اس لئے کہ پگڑی فرشتوں کی علامت ہے اور عمامہ کے شملہ کو اپنی پشت کی طرف چھوڑ دو۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

ٹوپی

رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی بھی زیب سر فرماتے تھے۔ (معجم کبیر، طبرانی، معارف الحدیث)
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں سر سے ملی ہوئی تھیں۔ (مشکوٰۃ)

عمامہ اور ٹوپی

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے اور مشرکین کے درمیان یہ فرق ہے کہ وہ عمامہ بغیر ٹوپی کے باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ تپش آفتاب کی وجہ سے کبھی عمامہ کا شملہ سر مبارک پر ڈال لیا کرتے تھے۔ (خصائل نبوی)

ٹوپی کی دو قسمیں ہیں

ٹوپی دو قسم کی ہوتی ہے، لاطیبہ دوسری ناشزہ، لاطیبہ اسے کہتے ہیں جو سر سے ملی ہو اور رسول خدا ﷺ نے اس کو سر پر رکھا اور ناشزہ وہ ہے جو سر سے ملی ہوئی نہ ہو بلکہ اوپر کو اٹھی ہوئی ہو اور اس کو رسول خدا ﷺ نے بہت کم پہنا ہے اور بعض مشائخ اس کو پہنتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ٹوپی لاطیبہ بھی جو آپ ﷺ عمامہ کے نیچے پہنتے تھے اور کبھی لاطیبہ کے بغیر بھی عمامہ باندھ لیتے تھے، آنحضرت ﷺ کے عمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی تھی، چنانچہ علماء شرفاء عرب اسی طریقے سے عمامہ باندھتے ہیں۔

صرف ٹوپی پہننے کا ثبوت

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عاصم عن کلیب عن ابیہ عن خالہ قال اتیت النبی ﷺ فی الشتاء فوجدتھم یصلون فی البرانس و الاکسیۃ و ایدیھم فیھا رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجالہ موثقون۔ (مجمع الزوائد، ج ۲ص ۵۱)

کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سردیوں میں حاضر ہوا وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ و القلنسوۃ و یداہ فیکم (صحیح بخاری، ج ۱ص ۱۵۹)

حسن بصری کہتے ہیں کہ (گرمی کی وجہ سے) لوگ (یعنی صحابہ اورتابعین) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے (یعنی پیشانی عمامہ کے پیچ اور ٹوپی سے ڈھکی ہوئی ہوتی تھی) اوران کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

وضع ابو اسحاق قلنسوۃ فی الصلوۃ و رفعھا (صحیح بخاری، ج ۱ص ۱۵۹)

ابواسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اونچا کیا۔

امام شعرانی لکھتے ہیں:

و کان النبی ﷺ یامر بستر الراس فی الصلوۃ

بالعمامة او القلنسوة و ینھی عن کشف الراس فی الصلوٰۃ (کشف الغمہ، ج ا ص ۸۷)

نبی ﷺ نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

علامہ سیوطی حافظ ابن عساکر اور حافظ رویانی کے حوالے سے لکھتے ہیں: کتب احادیث وسیر وتواریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

جلیل القدر تابعی حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کان القوم یسجدون علی العمامة القلنسوة (بخاری، ج ا ص ۵۶)

یعنی ان کے زمانہ کے لوگوں (صحابہ وتابعین وغیرہم) سے کچھ عمامہ باندھ کر اور کچھ ٹوپی پہن کر نماز پڑھتے تھے۔

علاوہ ازیں ترمذی کے حوالے سے مشکوٰۃ، ص ۳۳۵، سیرت حلبیہ، ص ۴۵۴، احیاء العلوم، ج ا ص ۵۲۲، جامع الصغیر، ص ۱۲۰ میں ٹوپی پہننے کی احادیث موجود ہیں۔

ننگے سر ہونے کی ابتداء

وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب کفار نے اجتماع کیا اور (معاذ اللہ) حضور اکرم ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ چھوڑنے کا ارشاد فرمایا۔

و خرج رسول الله ﷺ فاخذ حفنة من تراب ثم قال نعم انا اقول ذلک انت احدهم و اخذ الله علی ابصارهم عنه فلا یرونه فجعل ینشر ذلک التراب۔

علی رؤسهم و هو یتلو هذه الایات من یٰس و القرآن الحکیم الی قوله فهم لا یبصرون حتی فرغ رسول الله ﷺ من هؤلاء الایات فلم یبق منهم جل الا وضع علی راسه ترابا ثم انصرف الی حیث اراد ان یذهب فاتاهم آت ممن لم یکن معهم فقال ما تنظرون ههنا قالوا محمد قال خیبکم الله و قد والله خرج علیکم محمد ثم ما ترک منکم رجلا الا و قد وضع علی راسه ترابا و انطلق لحاجته فما ترون ما بکم قال فوضع کل رجل منهم یده یده علی راسه فاذا علیه تراب (تاریخ الطبری، ج ۲ ص ۱۰۰۔ سیرت ابن ہشام، ج ۲ ص ۹۵،۹۶۔ تاریخ الکامل، ج ۲ ص ۳۹)

حضور نبی کریم ﷺ گھر سے باہر تشریف لے آئے آپ نے ایک مٹھی مٹی لی پھر فرمایا ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ تو ان سے ایک ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی طرف ان کی بصارت (بینائی) ختم کر دی حضور ﷺ ان کو نظر نہ آئے آپ نے یٰس و القرآن الحکیم سے فهم لا یبصرون تک تلاوت کرتے ہوئے ان کے سروں پر مٹی پھینک دی، آپ ان آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو ان میں سے کسی شخص کا سر مٹی سے خالی نہ تھا پھر جس جگہ آپ کا ارادہ تھا، تشریف لے گئے ایک راہگیر گزرا تو اس نے کہا تم یہاں کسے دیکھتے ہو، انہوں نے کہا کہ ہم محمد ﷺ کو اس نے کہا تمہیں اللہ تعالیٰ ذلیل کرے، اللہ کی قسم محمد ﷺ تشریف لے گئے آپ نے تو تم میں سے ایک آدمی کو

بھی نہیں چھوڑا جس کے سر پر مٹی نہ ڈالی ہو اور تم نہیں جانتے کہ
تمہارے ساتھ کیا ہوا ہر ایک نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو سر دون
پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔

مذکورہ کتب کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ ننگے سر ہونا یہ دشمنانِ مصطفی ﷺ کی پرانی عادت ہے اسی لئے یہ لوگ نماز میں بھی سر سے ننگے کھڑے ہوتے ہیں۔

غیر مسلموں کی مشابہت ناجائز ہے

حالت نماز میں کسی عمل کی غیر مسلموں سے مشابہت اپنانے سے منع کیا گیا ہے اور فقہاء کرام نے اس کے متعلق شدید تاکید فرمائی ہے مثلاً ناک اور منہ کے اوپر کپڑا وغیرہ اوڑھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے یہ عمل عموماً سردیوں میں واقع ہوتا ہے کہ گرم چادریں اسی طرح اوڑھی جاتی ہیں کہ ناک اور منہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے کہا ہے کہ ناک منہ پر کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھنے سے مجوسیوں سے مشابہت ہوتی ہے اس لئے کہ جب مجوسی آگ کی پوجا کرتے ہیں تو وہ دھوئیں سے بچنے کے لئے ناک اور منہ بند رکھتے ہیں لہٰذا اس عمل سے روک دیا گیا۔

اسی طرح کمر میں کپڑا باندھ کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے اور امام کا طاق میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے، اس لئے کہ اس سے اہل کتاب کی مشابہت ہوتی ہے، ان مذکورہ بالا شواہد سے واضح ہوا کہ نماز میں اگر کسی عمل کی مشابہت غیر مسلموں سے ہو تو وہ عمل منع ہے اسی طرح ننگے سر ہونا عیسائیوں کا طریقہ ہے تو ہمیں ننگے سر رہ کر عیسائیوں کو خوش نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان افضل العبادت میں عمامہ شریف یا ٹوپی سے سر ڈھک کر رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی و رضا حاصل کرنی چاہیے۔

اگرچہ تواضع و انکساری کی حالت میں جائز ہے مگر سنت تو عمامہ شریف پہننا ہی ہے اور یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ ننگے سر سے عیسائیوں کی تہذیب و تمدن کو تقویت ملتی ہے تو پھر کوئی بھی مسلمان جس کے دل میں محبت رسول ﷺ کا

چراغ روشن ہے یہ گوارہ نہیں کرے گا کہ رسول پاک ﷺ کی سنت کے مقابلے میں انگریزی تہذیب کو ترجیح دے کر اپنایا جائے۔

حضور ﷺ کیسی ٹوپی پہنتے تھے

ایک سوال اور اس کا جواب

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی علیہ الرحمہ نے ایک سوال اور پھر آپ اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

سوال: حضور اکرم ﷺ جو ٹوپی پہنتے تھے وہ کیسی تھی اور اس پر کتنے پیوند تھے؟

جواب: یہ تو معلوم نہیں کہ اس پر کتنے پیوند تھے، البتہ اتنا آتا ہے کہ مدوّر، لاصقہ، سر سے چپکی ہوئی گول ٹوپی ہوتی تھی اور ایسی ٹوپی جو اوپر اٹھائے چونچ دار پہنتے ہیں، یہ اس سے ثابت نہیں ہوتا، اگر گول ہے تو یہی سر ٹوپی کو بھی گول بنالے گا، میں بھی ایک مرتبہ گول ٹوپی پہن کر ہردوئی گیا مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ بہت خوش ہوئے کہ مفتی صاحب بھی ہمارے دائرے میں آ گئے۔ (ملفوظات فقیہ الامت، ج ۳ ص ۴۹)

ٹوپی اور عمامہ دونوں مسنون ہے

ٹوپی پہننا خود حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔ (عالمگیری)

مگر حضور اقدس ﷺ عمامہ بھی باندھتے تھے یعنی عمامہ کے نیچے ٹوپی ہوتی اور یہ فرمایا کہ ہم میں اور ان میں فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے یعنی ہم دونوں چیزیں رکھتے، چنانچہ یہاں کے کفار بھی اگر پگڑی باندھتے ہیں تو اس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے، بعض نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے مگر یہ قول صحیح نہیں، کیونکہ مشرکین عرب بھی عمامہ باندھا کرتے تھے، مرقاۃ شرح مشکوۃ میں مذکور ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا عمامہ سات گز ہاتھ کا اور بارہ ہاتھ کا بڑا عمامہ تھا بس اپنی سنت کے مطابق عمامہ رکھے اور اس سے زیادہ بڑا نہ رکھے بعض لوگ بہت بڑے

عمامے باندھتے ہیں، ایسا نہ کرے کہ سنت کے خلاف ہے مارواڑ کے علاقے میں بہت سے لوگ پگڑیاں باندھتے ہیں جو بہت کم چوڑی ہوتی ہیں اور چالیس پچاس گز لمبی ہوتی ہیں اسی طرح کی پگڑیاں مسلمان نہ باندھیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ٹوپیوں کا ذکر

(۱)......زید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ پر ٹوپی دیکھی، روایت میں لفظ برطلہ آیا ہے جو ایک قسم کی ٹوپی ہوتی ہے۔

ہشام بن عروہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ پر باریک ٹوپی دیکھی۔

(۲)......عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر ٹوپی دیکھی، روایت میں بُرنس کا لفظ ہے جس کا معنی لمبی ٹوپی ہوتا ہے۔ بخاری شریف میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ پر ٹوپی دیکھنا مذکور ہے۔ (بخاری، ج۲ص۸۶۳)

(۳)......اشعث کے والد کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیت الخلاء سے نکلے اور ان پر ٹوپی تھی۔ الخ

(۴)......اسماعیل کہتے ہیں میں نے شُریح پر ٹوپی دیکھی۔

(۵)......ابوشہاب کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ پر ٹوپی دیکھی (یہ دونوں یعنی شُریح اور ابن جبیر تابعی ہیں) علی بن الحسین یعنی حضرت زین العابدین، ابراہیم نخعی اور ضحاک پر بھی ٹوپی دیکھنا مروی ہے، یہ تمام روایات مصنف ابن ابی شیبہ جلد۸ص۲۱۲وص۲۱۳وص۲۴۲ پر سند امذکورہ ہیں)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر مصری سفید ٹوپی تھی (طبقات ابن سعد اردو، ج۳ ص۱۸۷) ابواسحاق سبیعی تابعی پر ٹوپی کا ذکر بخاری میں ہے۔ (بخاری، ج۱ص۱۵۹)

ابن العربی فرماتے ہیں کہ ٹوپی انبیاء اور صالحین کے لباس سے ہے، سر کی حفاظت کرتی ہے اور عمامہ کو جماتی ہے، جو سنت ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ سر سے چپکی

ہوئی ہو، قبہ کی طرح (اٹھی ہوئی) نہ ہو، ہاں اگر کسی کو یہ ضرورت ہو کہ سر سے جو بخارات نکلتے ہیں اس سے سر کو بچانا ہواس کے لئے ٹوپی میں سوراخ کردے تو یہ علاج کے طور پر ہوگا۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۷)

ترمذی شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ایک شہید وہ ہے جس کا ایمان عمدہ ہو اور دشمن سے ملاقات کے وقت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے بہادری سے لڑے اور شہید ہو جائے اس کا درجہ اتنا بلند ہے کہ لوگ قیامت کے دن اس کی طرف اپنی نگاہ اس طرح اٹھائیں گے، یہ کہہ کر حضرت ﷺ نے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث کے راوی ہیں اپنا سر اٹھایا یہاں تک کہ سر کی ٹوپی گر گئی، الحدیث۔ (ترمذی، ج ا ص ۲۹۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر ٹوپی تھی۔

﴿دوسرا باب﴾

ٹوپی سنت نبوی ﷺ

اور

جدید سائنسی تحقیقات کے آئینہ میں

ٹوپی

سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنسی تحقیقات

ٹوپی بہترین سنت رسول کریم ﷺ ہے، اس بارے میں کتابوں میں کئی روایات وارد ہیں۔ السراج المنیر میں لکھا ہے کہ

آنحضرت ﷺ سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے وطن میں آنحضرت ﷺ سفید کپڑے کی چپٹی ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

حضور اقدس ﷺ اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھا کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ (شمائل ترمذی)

اب ٹوپی کے میڈیکل فوائد پر چند سائنسی تحقیقات ملاحظہ فرمائیں:

ٹوپیوں اور ہیٹ کے فائدے

ہیٹ یا ٹوپی ابتدائی ادوار سے ہی مختلف وجوہ کی بنا پر استعمال ہو رہے ہیں، بنیادی طور پر ٹوپی یا ہیٹ کا استعمال اپنی شخصیت کو نمایاں بنانے کے لئے کیا جاتا ہے، بعض اوقات انہیں حفظ مراتب اور منصب کی علامت کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، بادشاہ کا تاج، سلطان کی ترکی ٹوپی، مغربی کلیسا میں اسقف کی سرکا پانی لمبی ٹوپی اور زمینداروں، وڈیروں کی پگڑیاں اپنے پہننے والوں کے منصب اور سماجی حیثیت کی عکاس ہوتی ہیں، مختلف سرکاری محکموں میں خاص وضع کی ٹوپیاں عہدیدار کی وردی کے ساتھ ان کے عہدے اور کام کی پہچان کی علامت ہوتی ہیں، نماز پڑھنے اور قرآن حکیم کی تلاوت سے پہلے سر کو ڈھانپنا مسلمانوں پر واجب ہے، اسلام میں عبادت کے لئے کسی خاص وضع قطع کے ہیٹ یا ٹوپی کا استعمال ضروری نہیں بلکہ سر کو

صرف ڈھانپنا ہی مقصود ہوتا ہے، ٹوپیوں اور ہیٹ کو مختلف اشاروں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر سلام کے لئے ٹوپی اتارنا، فرط مسرت سے ٹوپی ہوا میں اچھالنا، مایوسی کے اظہار کے لئے زمین پر پھینکنا اور غم کے اظہار کے لئے ہاتھوں میں ٹوپی مروڑنا وغیرہ۔

ہیٹ خاص قسم کے کاموں میں ضروری ہوتے ہیں اور ایسے افراد کے ہیٹ ان کے کاموں کی نوعیت کے مطابق بنے ہوتے ہیں، جن کاموں میں سر کو چوٹ لگنے کا خطرہ ہو ان میں ہیلمٹ استعمال کیے جاتے ہیں، گھڑ سواری کرنے والے، فاسٹ بالنگ کا مقابلہ کرتے ہوئے بیٹسمین، مکان گرانے والے ٹھیکیدار اور سڑکوں پر ڈیوٹی دینے والے سارجنٹ ہیلمٹ استعمال کرتے ہیں، مذکورہ تمام کاموں میں استعمال ہونے والے ہیلمٹ یا ہیٹ کام کی نوعیت کے مطابق بنے ہوتے ہیں، تاکہ حادثے کی صورت میں سر اور بالوں کو چوٹ اور انفیکشن کے پھیلاؤ سے بچایا جا سکے۔

گرمیوں کے موسم میں بال سر کی جلد کو دھوپ، جلن (Sun burn) سے محفوظ رکھتے ہیں، اس کے علاوہ شدید سردی کے موسم میں ہمیں سردی سے بھی بچاتے ہیں، ٹوپیاں یا ہیٹ ایسے نومولود بچوں کے لئے ضروری ہوتے ہیں، جن کے سر پر بال نہیں ہوتے یا جو لوگ سر سے مکمل طور پر گنجے ہوتے ہیں انہیں سر کو ڈھانپنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ سورج سے آنے والی الٹراوائلٹ شعاعوں سے بچ سکیں۔

گرمیوں کے موسم میں گرم علاقوں کے رہنے والے افراد (سن اسٹروک) سے بچنے کی خاطر کندھوں کے اوپر کپڑا اور سر پر ہیٹ یا ٹوپی رکھتے ہیں تاکہ دماغ پر براہ راست سورج کی شعاعیں نہ پڑیں، سیاہ فام باشندوں کے متعلق لوگوں میں عام خیال پایا جاتا ہے کہ شاید ان کے سروں کی چمڑی موٹی ہوتی ہے اس لئے انہیں سر کو ڈھانپنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اسی وجہ سے گوروں کے پاس خارجی علاقوں میں سیر و سیاحت کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ سر کو ایسے ہیلمٹ سے ڈھانپ کر رکھیں جیسے کہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۳ء کے دوران دوسری جنگ عظیم میں

برطانوی فوجی گرم علاقوں میں اپنے سروں کو ڈھانپنے کے لئے استعمال کرتے تھے یا گرمی سے بچاؤ کے لئے فرنچ فارن لیجین کے ممبران اپنی گردنوں کو کپڑوں سے ڈھانپ کر رکھتے تھے، ہمارے ہاں سندھی لوگ گرمی سے بچاؤ کی خاطر اجرک اور پنجابی بڑے رومال کا استعمال کرتے ہیں، تاکہ گردن کے کمزور پٹھوں کو محفوظ رکھا جاسکے، لیکن اب اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ سیاہ فام باشندے ہوں یا گورے دونوں کے سروں کی چمڑی یکساں ہوتی ہے اور ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا ہے، نہ ہی ان مذکورہ حفاظتی تدابیر مثلاً ٹوپی ہیٹ یا گردن پر کپڑا رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ سورج کی شعاعیں کھوپڑی میں داخل نہیں ہوسکتیں اور سر سے گرمی کے داخل ہونے سے ہیٹ سٹروک نہیں ہوتا ہے، ہیٹ سٹروک جسم کی حرارتی میکانیت کی باقاعدگی کے مکمل طور پر متاثر ہونے سے ہوتا ہے، اس کا کھوپڑی کے زیادہ گرم ہونے سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی گرم علاقوں میں پہنے جانے والے ہیٹ اسے روک سکتے ہیں۔

شدید سردیوں کے موسم میں سر پر گرم ٹوپی پہننے سے بھی نزلے، زکام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے، گرم ٹوپی پہننے کے باوجود نزلہ ہوسکتا ہے، البتہ سر پر گرم کپڑا یا ٹوپی سکون ضرور فراہم کرتی ہے، جلد جتنی زیادہ ننگی ہوگی، اس سے اتنی ہی زیادہ حرارت خارج ہوتی ہے، تجربات سے واضح ہو چکا ہے کہ ہمارے جسم کی تقریباً ۲۰ فیصد حرارت سر سے خارج ہوتی ہے، اگر ہم برف باری کے موسم میں ننگے سر پھرتے رہیں تو یہ بالکل ایسے ہی ہے، جیسے شدید سردی کے موسم میں کمرے کی کھڑکیاں، روشن دان بند کر کے دروازہ کھلا چھوڑ دیا جائے، اگرچہ ٹوپی پہننے یا نہ پہننے سے نزلے زکام کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس کے باوجود سردیوں کے دنوں میں ٹوپی کا استعمال فائدہ مند ہوتا ہے۔ (صحت بخش عادات)

ٹوپی پر ایک یورپی محقق کی ریسرچ

ٹوپی کے بارے میں ایک یورپی محقق لکھتے ہیں کہ:

بچوں کے لئے ٹوپی لباس کا ایک ضروری حصہ ہے اس سے ان کے بال گردوغبار سے محفوظ رہتے ہیں، ریشے ٹوپی کے بال سر کو دھوپ کی تمازت سے بچاتے ہیں اور گرمیوں میں سر کو ٹھنڈا رکھتے ہیں، اسکول کے بچوں کو جو پیدل اسکول جاتے ہیں ان کو گرمیوں میں سولا ٹوپی ضرور اوڑھنی چاہئے، یہ سولا ٹوپی یا ہیٹ کم دام کی چیز ہے اور پس پشت گردن پر سایہ بھی کرتی ہے جسم کے اس حصہ کو آفتاب کی تیز روشنی سے بچانا چاہئے، اس حصہ جسم پر زیادہ دیر تک دھوپ لگنے سے لو لگنے کا مرض ہو سکتا ہے، مناسب ملبوس ضروری ہے تاکہ سردی، بارش اور برف باری سے تحفظ مل سکے اور دفاعی قوت کمزور نہ ہونے پائے کیونکہ دفاعی قوت کمزور ہونے سے فلو، کھانسی اور نزلہ، زکام کا احتمال ہوتا ہے، اس غرض سے ٹوپی، دستانے، مناسب جراب اور پاپوش نہایت ضروری ہیں جو موسم سرما کی سخت سرد ہواؤں میں پہنے جائیں، اگر مناسب ٹوپی اوڑھی جائے تو جسم سے ۲۰ فیصد حرارت کا ضیاع روکا جاسکتا ہے۔

کسی ہوئی ٹوپی نہیں پہننی چاہئے

ایک حکیم صاحب کہتے ہیں کہ:

مطب میں ایک وجیہہ، دراز قامت، خوش پوش صاحب تشریف لائے، شیروانی پہنی ہوئی، آنکھوں پر چشمہ لگائے ہوئے تھے، فرمانے لگے، حکیم صاحب! کیا ٹوپی پہننے سے بال گرنے شروع ہوجاتے ہیں، میں نے اس کا جواب تفصیل سے دیتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ ٹوپی بڑی کس کر پہنتے ہیں جس کی وجہ سے دوران خون بالوں کی طرف کم ہوجاتا ہے، پھر سارا دن بالوں کو تازہ ہوا بھی نہیں لگتی اور نہ ہی سورج کی روشنی، اس حالت میں بال کس طرح تندرست رہ سکتے ہیں، اس لئے بالوں کو روشنی اور ہوا ضرور لگنی چاہئے، وہ صاحب فرمانے لگے کہ میں پہلے ٹوپی نہیں پہنتا

تھا، بس معزز ہونے کی کوشش کی، ٹوپی پہننی شروع کردی، لیکن شاید یہ عزت راس نہیں آئی، میں نے اپنے جواب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ٹوپی پہنی ہی نہ جائے، بلکہ ٹوپی ضرور پہنیں جہاں کہیں موقع ملے ٹوپی کو اتار کر سر پر ہاتھ پھیریں اور اگر جیب میں لکڑی کی کنگھی یا برش ہو تو اس کو بالوں میں کریں، اس سے دورانِ خون تیز ہو جائے گا اور مسلسل ٹوپی پہنے رکھنے سے جو دورانِ خون میں رکاوٹ آگئی تھی وہ دور ہو جائے گی، اس طرح بال گرنے سے رک جائیں گے، اگر ٹوپی تنگ نہ ہو اور سر کو کس نہ دباتی ہو تو وہ فائدہ بھی دیتی ہے کہ دن بھر سڑکوں اور گلیوں کی دھول سے بال محفوظ رہتے ہیں، دھول اگر بالوں میں جم جائے تو مسام بند ہو جاتے ہیں بال گرنے شروع ہو جاتے ہیں، اس لئے اگر ٹوپی پہنی جائے تو تنگ اور کسی ہوئی نہ ہو۔

بال بچاؤ ٹوپی کی ایجاد

چھاتی کے سرطان کو کیموتھراپی کے نتیجے میں اکثر خواتین سر کے بالوں سے محروم ہو جاتی ہیں، اس کی وجہ تیز دوائیں ہوتی ہیں، بالوں میں ان کے سرایت کر جانے سے بال جھڑ جاتے ہیں، ان دواؤں کو بالوں تک پہنچنے سے روکنے کیلئے انگلستان کے ریفریجریشن کے انجینئر کلین اور ان کے بھائی نے بائیسکل چلانے والوں کے ہیلمٹ جیسی ایک ایسی ٹوپی تیار کی جسے کیموتھراپی سے ۱۵ منٹ پہلے مریض کے سر پر فٹ کر دینے سے کھوپڑی کی کھال کا درجہ حرارت گھٹ جاتا ہے، یوں بالوں کو خون پہنچانے والی رگیں سردی کی وجہ سے بند ہو جاتی ہیں، یہ سرد ٹوپی تین گھنٹوں تک سر پر رکھی ہوتی ہے، کلین نے اسے اپنی بیوی کے لئے تیار کیا تھا، وہ چھاتی کے سرطان کی مریضہ تھی، اس ٹوپی کے استعمال سے اس کے بال گرنے سے بچے رہے، اب برطانیہ کے کئی ہسپتالوں میں یہ بال بچاؤ ٹوپی استعمال ہو رہی ہے۔

ٹوپی سے جلد کے سرطان کا بچاؤ

ڈاکٹر یوڈورز بے کیرتھو میں لکھتا ہے کہ:

"جلد کا سرطان (کینسر) ان ہلکے رنگ کے لوگوں میں عام ہوتا ہے جو زیادہ وقت دھوپ کی پوری تیزی میں گزارتے ہیں یہ جسم کے ان حصوں پر زیادہ ہوتا ہے جہاں دھوپ کی پوری تیزی پڑتی ہے، جلد کے سرطان کی کئی شکلیں ہوتی ہیں عام طور پر موتی کے رنگ کے حلقہ کی شکل میں پہلی بار نمودار ہوتا ہے جس کے بیچ میں سوراخ ہوتا ہے اور دھیرے دھیرے تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے، اگر صحیح وقت پر علاج ہو جائے تو جلد کے بیشتر سرطان خطرناک نہیں ہوتے، اگر آپ کے جسم پر ایسا زخم ہو جس پر سرطان کا شک ہو تو ہیلتھ ورکر کو بتایئے، جلد کے سرطان سے بچنے کے لئے گورے اور ہلکی رنگت کے لوگوں کو چاہئے کہ دھوپ سے بچیں اور ہمیشہ چھجے والی ٹوپی پہنا کریں۔"

ٹوپی کی افادیت اور میڈیکل سائنس

ٹوپی کا استعمال نزلے زکام کے خلاف مزاحمت پیدا کرتا ہے، مگر یہ بات افسوس کے ساتھ کہنا پڑتی ہے کہ اس کے باوجود نزلے کے وائرس کو روکا نہیں جاسکتا، لیکن جب آپ نے سر پر ٹوپی رکھی ہوئی ہو تو اس بات کا انحصار اس پر بھی ہے کہ اس وقت آپ کتنی سردی محسوس کرتے ہیں، ہمارے سر کی کھال کی عروق خون ٹانگوں اور بازوؤں کی عرق خون کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے نہیں سکڑتیں، جب یہ عرق خون سکڑتی ہیں تو خون کی بڑی مقدار پٹھوں کو مہیا کرتی ہیں جہاں یہ جلد کی اوپری سطح کے خون سے مقابلے میں زیادہ گرم ہو جاتا ہے، لیکن کھوپڑی کی سطح پر سے خون کی بہت کم مقدار عروق خون کے ذریعے آگے جاتی ہے، خون کی بہت ہی مقدار یہاں پر ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اس طرح کے ٹھنڈے خون کی تھوڑی سی مقدار بھی جب ہمارے پٹھوں اور اندرونی حصوں میں جائے گی تو یقیناً نقصان کا باعث ہوگی، اس طرح کی ٹھنڈک کس قدر نقصان دہ ہے؟ تحقیق کرنے والوں نے ایک محتاط اندازے

کے مطابق جب آپ ٹوپی کے بغیر سردی میں نکلتے ہیں تو آپ جسم کو گرم رکھنے کی ۵۰ فیصد تک صلاحیت کم کر لیتے ہیں یا یوں سمجھیں کہ ہمارے اندرونی درجہ حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے ہمارے جسم کو ۵۰ فیصد زیادہ کام کرنا پڑے گا۔

ٹوپی کی برکت

یہ واقعہ اگرچہ کئی سال پہلے کا ہے لیکن یہ واقعہ میرے ذہن کے ساتھ ایسے چپک کر رہ گیا ہے کہ جب بھی مجھے اس کی یاد آتی ہے تو اس کے خوف کی وجہ سے میرے جسم میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے، گویا کہ یہ واقعہ آج ہی ابھی ابھی ہمارے ساتھ پیش آیا ہے۔

قبل اس کے کہ میں واقعہ بیان کرنا شروع کروں اس سے پہلے واقعہ کو سمجھنے کے لئے آپ حضرات یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ہم تین بھائی ہیں، میرا نام محمد فاروق جنید ہے اور مجھ سے چھوٹے کا نام محمد اختر اور سب سے چھوٹے کا نام سعید حیدر ہے، ہمارا تعلق زمین دار گھرانے سے ہے۔

سخت گرمیوں کے دن تھے، صبح ہم لوگوں نے ٹریکٹر والے کو کہا کہ آج ہماری زمین میں ہل چلا دینا کیونکہ اس کے ساتھ ہمارا سالانہ ٹھیکہ ہوتا ہے، جب بھی زمین میں ہل وغیرہ چلوانا ہوتا ہے ہم اس کو اطلاع دیتے ہیں اور وہ ہل چلا دیتا ہے کیونکہ وہ ہماری تمام زمین کو جانتا ہے۔

دن کو شدید گرمی ہونے کی وجہ سے ہم اپنی زمین پر نہ جا سکے تاکہ دیکھیں کہ اس نے ہل کیسا چلایا ہے، عصر کے وقت ہم تینوں بھائی اپنے والد صاحب کے ہمراہ عصر کی نماز پڑھنے کی غرض سے روانہ ہوئے، گھر سے کچھ دور جانے کے بعد والد صاحب نے ہم سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب موسم بھی درست ہو گیا ہے، یعنی گرمی کم ہو گئی ہے، ہمیں چاہئے کہ اب زمین کا چکر لگا لیں، اور دیکھیں کہ ٹریکٹر والے نے کیسا ہل چلایا ہے، لہذا جلدی جاؤ اور گھر سے کدال اٹھا کر لے آؤ تاکہ زمین میں ہل

چلانے کی وجہ سے جو مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے نکل آتے ہیں انہیں بھی کدال (کی الٹی یعنی پین والی جانب) سے توڑیں، یہ بات سنی تھی کہ سب سے چھوٹا یعنی سعید بھاگ کر گیا اور کدال اٹھا کر لے آیا، اس وقت ہم لوگ مسجد میں داخل ہونے والے تھے، سب سے پہلے والد صاحب مسجد کے مین گیٹ سے داخل ہو چکے تھے اور محمد اختر ہم سے پیچھے تھا یعنی درمیانہ بھائی، جیسے ہی وہ گیٹ میں داخل ہوا تو اس نے ہائے ابو کی ایک زوردار چیخ لگائی، اس کی چیخ پورے محلے میں سنی گئی وہ اس وجہ سے کہ جیسے ہی اس نے گیٹ میں پاؤں رکھا تو اوپر چھت سے تقریباً ڈیڑھ میٹر لمبے اور لاٹھی جیسے موٹے سانپ نے اس کے سر پر چھلانگ لگائی، سر پر ٹوپی ہونے کی وجہ سے سانپ اس کو ڈس تو نہ سکا اور سلپ کر کے نیچے گر گیا، اتنے میں والد صاحب بھی چیخ کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے، انہوں نے جلدی سے سعید کے ہاتھ سے کدال لی اس وقت سانپ دوبارہ دیوار کے ذریعے چھت کی طرف جا رہا تھا، والد صاحب نے دیوار پر سانپ پر وار کیا لیکن وہ سانپ کو نہ لگا البتہ سانپ دوبارہ زمین پر گرا اور اب اس نے گیٹ سے نکلتے ہوئے گلی کی طرف راہ فرار اختیار کی، والد صاحب بھی کدال لے کر اس کے پیچھے پیچھے بھاگے اور کچھ دور جا کر پشت کی جانب سے اس پر وار کیا اور یہ وار اس پر لگا، وار ہوتے ہی وہ فوراً والد صاحب پر حملے کے لئے لوٹا والد صاحب جلدی سے چند قدم پیچھے ہٹے اور پھرتی سے اس کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی اتنا ہوشیار تھا کہ باوجود زخمی ہونے کے جب والد صاحب اس کے سر پر مارتے وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاتا اور کدال زمین پر لگتا اور وہ والد صاحب کے قدموں کی طرف ڈسنے کی غرض سے لپکتا، یہ کھیل جاری تھا اور اتنے میں محلے کے تمام لوگ جمع ہو چکے تھے، کچھ تو اختر کی چیخ کی وجہ سے اور کچھ کدال جب زمین پر لگتی اس کی زوردار آواز کی وجہ سے، وہ تمام لوگ بھی یہ تماشا دیکھ رہے تھے، اسی دوران ان لوگوں نے بھی سانپ کو پتھر وغیرہ مارے لیکن وہ سانپ نہ مرا، اتنے میں ایک بزرگ آ گئے وہ میرے والد صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ وار کے وقت جتنا یہ پیچھے ہٹتا ہے اتنا اس کے

پیچھے وار کرو تب یہ مردار ہوگا، والد صاحب نے ایسا ہی کیا اور اندازاً ایک بالشت اس کے سر سے پیچھے وار کیا اور اس وقت وہ بالکل اتنا ہی پیچھے ہٹ کر اٹھائے دوبارہ حملے کے لئے تیار تھا کہ کدال اتنے زور سے اس کے سر پر لگی کہ اس کو مٹی کے ساتھ برابر کردیا، اس کے بعد آج تک جب بھی میں اس مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہوں تو دروازے سے داخل ہوتے وقت اچانک پہلے میری نگاہیں چھت کا جائزہ لیتی ہیں اور اس کے بعد کسی اور طرف متوجہ ہوتا ہیں۔

ٹوپی کے فائدے کے بارے میں اس کے پڑھنے کے بعد آپ خود اندازہ لگالیں اور آج کے بعد اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

(محمد فاروق چکوال، جامعہ فاروقیہ)

﴿تیسرا باب﴾

ٹوپی اور عمامہ

کے ساتھ نماز پڑھنے پر

ایک علمی تحقیق

ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے پر ایک مختصر تحقیق احادیث رسول ﷺ کے آئینہ میں

احیاء العلوم کے باب آداب اللباس میں لکھا ہے:

کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر عمامة وربما نزع قلنسوة من رأسه فجعلها سترة بین یدیه ثم یصلی الیها

یعنی آنحضرت ﷺ ٹوپی پہنتے تھے عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اتار کر سامنے اس کو سترہ کر لیتے تھے، اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے جامع صغیر کے بقیہ حصہ کو شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

(ویلبس) القلانس (ذوات الآذان) اذا کان (فی الحرب وکان ربما نزع قلنسوته) ای اخرج رأسه منها (فجعلها سترة بین یدیه وهو یصلی) ای اذا لم یتیسر له جنذ ما یستر به اوبیانا للجواز

یعنی آنحضرت ﷺ جہاد کی حالت میں گوشہ دار ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی اس کو سر سے اتار کر سترہ کر لیتے تھے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے جب کہ سترہ کرنے کے قابل اس وقت کوئی اور شے موجود نہ ہوتی، یا اظہار جواز کے لئے۔

سفر السعادت میں ہے:

النبی ﷺ لبس السراویل ولبس العمامة بغیر قلنسوة ومع القلنسوة القلنسوة بغیر العمامة

جس کا ترجمہ کتاب مذکورہ کی شرح میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے
آنحضرت ﷺ گاہ عمامہ بے کلاہ می پوشید وگاہ کلاہ بے عمامہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الغمہ میں لکھا ہے:

كان ابن مسعود رضي الله عنه يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول كان على موسىٰ عليه الصلوٰة والسلام يوم كلمه ربه سراويل صوف وجبة صوف وكساء صوف كمة صوف ونعلان من جلد حمار الميت الكهر والقلنسوة والصغير على الرأس.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے جس روز اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا ان کا زیر جامہ اور جگہ اور چادر اور ٹوپی اور مردہ گدھے کا چمڑہ کے پاپوش پہنے ہوئے تھے، یہ حدیث ترمذی شریف وغیرہ میں بھی آئی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم بالعموم ٹوپی بھی استعمال کرتے تھے اور اس سے انکار جہالت ہے، متعدد احادیث کتب صحاح وغیرہ میں وارد ہیں بخوف طوالت سب کی نقل کو ترک کیا گیا، اگر کوئی چاہے دیکھ سکتا ہے، خصوصاً یہ کہ جب حج کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ سے احرام کی حالت میں دوسرے لباس کے استعمال کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ قمیص، زیر جامہ، ٹوپی، موزے وغیرہ جامہ ہائے دوختہ پہنیں پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم ٹوپیاں پہنتے نہ ہوتے تو منع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

ان روایات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمامہ پہنتے تھے، ساتھ ٹوپی کے اور کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے اور کبھی ٹوپی بغیر

عمامہ کے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک

شیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الغمہ میں لکھا ہے:

کان ﷺ یامر بستر الرأس فی الصلوٰۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الرأس فی الصلوٰۃ

آنحضرت ﷺ حکم دیتے تھے نماز میں سر ڈھانکنے کا عمامہ سے یا ٹوپی سے اور منع فرماتے تھے سر کھولنے سے نماز میں۔

قابلِ غور ہے کہ جب خود سردارِ دوجہاں ﷺ حکم دیں کہ نماز میں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانک لینا چاہئے تو ٹوپی پہننا بموجب اس حدیث کے مسنون و مستحب ہوگا یا نعوذ باللہ مکروہ۔

عمامہ ٹوپی پہننا فطرت انسانی ہے

لا تزال امتی علی الفطرۃ ما لبسوا العمائم علی القلانس (کنز العمال، ج ۸ ص ۱۹)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت جب تک ٹوپیوں پر عمامے باندھتی رہے گی تب تک فطرت انسانی پر قائم رہے گی۔

اس حدیث عالیہ سے معلوم ہوا کہ جو آپ ﷺ کا امتی عمامہ شریف اور ٹوپی نہیں پہنتا وہ فطرت انسانی سے گرا ہوا ہے، اس حدیث میں بالخصوص ان لوگوں کیلئے درس عبرت ہے جو کپڑے کے ہوتے ہوئے بھی ننگے سر نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ یہ فعل فرمانِ مصطفیٰ ﷺ اور فطرت انسانی کے خلاف ہے۔

صرف ٹوپی پہننے کا ثبوت

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن خاله قال اتیت النبی ﷺ فی الشتاء فوجدتهم یصلون فی البرانس والاکسیة وایدیهم فیها. (رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، ج۲ص۵۱)

کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں سردیوں میں حاضر ہوا وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوه ویداه فی کم (بخاری، ج۱ص۱۵۹)

حسن بصری کہتے ہیں کہ (گرمی کی وجہ سے) لوگ (یعنی صحابہ اور تابعین) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے، (یعنی پیشانی عمامہ کے پیچ اور ٹوپی سے ڈھکی ہوئی ہوتی تھی) اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

وضع ابو اسحاق قلنسوة فی الصلوٰة ورفعها (صحیح بخاری، جلد۱ص۱۵۹)

ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اونچا کیا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان النبی ﷺ یامر بستر الرأس فی الصلوٰة بالعمامة او القلنسوة وینهی عن کشف الرأس فی الصلوٰة (کشف الغمہ، ج۱ص۸۷)

نبی ﷺ نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ حافظ ابن عساکر اور حافظ رویانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

کتب احادیث وسیر وتواریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

جلیل القدر تابعی حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان القوم يسجدون على العمامة او القلنسوة (صحیح بخاری، ج ا ص ۵۶)۔

یعنی ان کے زمانہ کے لوگوں (صحابہ وتابعین وغیرہم) سے کچھ عمامہ باندھ کر اور کچھ ٹوپی پہن کر نماز پڑھتے تھے۔

علاوہ ازیں ترمذی کے حوالے سے مشکوٰۃ (ص ۳۲۵)، سیرت حلبیہ (ص ۳۵۴)، سفر السعادۃ (ص ۴۳۶)، احیاء العلوم (ص ۵۲۲ ج ۲)، جامع الصغیر (ص ۱۲۰) میں ٹوپی پہننے کی احادیث موجود ہیں۔

ٹوپی سے نماز کے جواز کے مزید دلائل

شرح منیۃ المصلی میں ہے:

وفي التحفة والبدائع واما المستحب فهوان يصلي في ثلثة اثواب ازار ورداء وعمامة وكذاذكر الفقيه ابوجعفر الهندواني في غريب الرواية عن اصحابنا ومشى عليه في الحاوي القدسي وقال محمد رحمه الله تعالى المستحب للرجل ان يصلي في ثوبين ازار ورداء لانه يحصل ستره العورة والزينة جميعا

قلت وهو الموافق لماقدمناه عن ابی حنیفة رحمه الله من انه من اخلاق الکرام ثم یمکن ان یکون المراد بالنسبة الی ماعدالراس للعلم باستحباب ستره بعمامة ونحوها الی القلنسوه وجریان العادة غالبابذلک کماقدمناه مثله فی التوشح وجوزنا ان یکون هو الحاصل علی عدم التعرض لستر الراس

یعنی تحفہ اور بدائع میں لکھا ہے اور بہر حال مستحب پس وہ ازار چادر عمامہ تین کپڑوں سے نماز پڑھنا ہے اور ایسے ہی ذکر کیا فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے نادر روایت میں ہمارے اصحاب سے اور اسی قول پر چلے ہیں حاوی قدسی میں اور کہا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہ واسطے آدمی کے مستحب یہ ہے کہ نماز پڑھے دو کپڑوں ازار اور چادر سے اس واسطے کہ اس سے ستر عورت اور زینت دونوں حاصل ہو جاتے ہیں، میں کہتا ہوں اور وہ موافق ہے اس کے جو ہم نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے قبل ازیں ذکر کیا کہ ایسا کرنا بزرگوں کی عادات سے ہے پھر ممکن ہے کہ باوجود سر کو عمامہ یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھانکنے کا استحباب معلوم ہوتے ہوئے ماعدا الراس کی نسبت یہ دو کپڑوں کا استحباب بیان کیا ہو اور اس واسطے کہ غالباً عادت لوگوں کی یہی جاری ہے، جیسے کہ مقدم ذکر کیا ہم نے مثل اس کے توشح میں اور جائز کیا ہم نے وہی حاصل ہونا استحباب کا ستر الراس کے متعلق تعرض نہ کرتے ہوئے۔

اس شرح میں ہے:

ثم یتخلص ان المستحب من اللبس فی حال السعة للرجل ازار ورداء وعمامة اونحوها اوقمیص وازار

وعمامة او نحوها وان الجائز منه من غير كراهة للرجل التوشح بالثوب الواحد من تغطية الرأس ببعضه ان لم يكن مستورا بعمامة اونحوها. الخ

یعنی پھر صاف ہوتی ہے یہ بات کہ گنجائش اور وسعت میں آدمی کے واسطے لباس مستحب ہے ازار چادر اور عمامہ یا مثل اس کے کوئی اور شے یا قمیص اور ازار اور عمامہ یا مثل اس کے اور تحقیق ہے، یہ کہ اس مجموعہ لباس میں سے آدمی کے واسطے پہننا صرف ایک کپڑے کا کہ اسی سے سر بھی چھپ جائے، جائز ہے بلاکراہت، اگرچہ دوپٹہ یا ٹوپی سر پر نہ ہو۔

صاحب فتاویٰ عالمگیری کی تحقیق

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والمستحب ان يصلي الرجل في ثلثة اثواب قميص وازار وعمامة، امالو صلى في ثوب واحد متوشحابه تجوز صلاته من غير كراهة

اس اعتراض پر کہ ٹوپی بے امامت کے جواز کا جو فتویٰ دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امامت اور اقتداء کے لئے کسی خاص لباس امتیازی کی بھی قید ہے اور کیا عمامہ شرائط امامت میں داخل ہے، سوائے افضلیت کے اور کیا اگر صرف ایک کپڑے سے نماز پڑھائی گئی ہو تو دو اور تین کپڑوں سے نماز پڑھانے کا جواز ثابت نہیں ہوسکتا۔

البحر الرائق میں ہے

بحرالرائق میں لکھا ہے:

بیان...

وفی الخلاصة وغیرها لاباس ان صلی الرجل فی ثوب واحد متوشحابه جمیع بدنه ویوم کذلک

یعنی خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے ایک کپڑے سے نماز پڑھنے میں جب کہ آدمی تمام جسم پر وہ کپڑا پہنے ہوئے ہو، اور ایسے ہی امامت کرے۔

احیاء العلوم میں ہے

احیاء العلوم میں ہے:

کانت له ملحفة مصبوغة بالزعفران وربما صلی بالناس فیها وحدها

یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس ایک اوڑھنے کی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی، کبھی آپ ﷺ صرف اسی چادر سے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

اس پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے زعفران رنگ کے لباس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ جامع الصغیر وغیرہ میں ہے منع فرمایا ہے نبی ﷺ نے مردوں کو زعفران سے کپڑے رنگنے سے، جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ بقول مختار زعفرانی رنگ کی مردوں کے کراہت ثابت ہے، لیکن فی الجملہ یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ کہا گیا ہے یہ ممانعت صرف حالتِ احرام کے لئے مخصوص تھی اور تائید قول احیاء العلوم میں اور بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں:

کشف الغمہ میں ہے:

قال انس رضی الله عنه کان رسول الله ﷺ یصبغ ثیابه کلها بالزعفران حتی عمامة.

کہا انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے زعفران

سے رنگتے تھے یہاں تک کہ عمامہ بھی۔

بہر حال یہ اعتراض بحث ما نحن فیہ سے خارج ہے، احیاء العلوم میں لکھا ہے:

وربما لبس الازار الواحد ليس عليه غيره ويعقد طرفيه بين كتفيه وربما أمّ به الناس على الجنائز.

یعنی کبھی آنحضرت ﷺ صرف چادر پہنتے تھے کہ اس پر کوئی اور شے نہیں ہوتی تھی اور دو کنارے اس کے درمیان مونڈھوں کے باندھتے تھے اور کبھی امامت کرتے تھے لوگوں کی اسی چادر سے جنازوں کے۔

شرح جامع الصغیر سے حدیث شریف

اس سے شرح جامع الصغیر سے حدیث لکھی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ جہاد کی حالت میں گوشہ دار ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی اس کو سر سے اتار کر سترہ کر لیتے تھے، اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے وہ اتنی دراز ہوتی تھی کہ اس کو بجائے سترہ کے رکھ لیتے تھے تو قرینہ کے لحاظ سے یہ بات یقینی ہے کہ آپ ﷺ اس کو بلا عمامہ اوڑھتے تھے، پھر بعید از قیاس ہے کہ اس حالت میں نماز پڑھانے کا اتفاق نہ ہوتا ہو، کیونکہ حالت سفر میں اور خصوصاً جہاد میں زیادہ تر فرائض و واجبات ہی پڑھنے کا اتفاق ہوتا تھا قصر کی وجہ سے۔

ترمذی شریف میں ہے

ترمذی میں ہے:

عن انس ابن مالك قال دخل النبي ﷺ عام الفتح وعلى الراس الغفر.

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا تشریف لائے نبی ﷺ فتح مکہ کے سال اس حال میں کہ سر مبارک پر مغفر یعنی خود آہنی تھا کہ جو ٹوپی کے اندر پہنا جاتا ہے۔

قاموس وصراح میں لکھا ہے زرد من الدرع یلبس تحت القلنسوۃ یعنی زرہ خود پہنا جاتا ہے ٹوپی کے نیچے پس یہ بھی ٹوپی کی جنس سے ہے اور حدیث مغفر مؤید ہے حدیث مذکورہ بالا کی۔

ٹوپی سے اپنا سر ڈھانپنا ایک اسلامی تہذیب ہے

مردوں کا اپنے سر کو ڈھانپنا ایک قدیم تہذیب ہے اور سر ڈھانپنے کے لئے ٹوپی کا استعمال بھی قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے، گو ٹوپی کی کیفیات میں اختلاف ہوتا رہا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم کیا ہے ''باب لبس القمیص'' (ص ۸۶۲ ج ۲) اس کے ذیل میں علامہ ابن بطال مالکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فیہ ان لباس القمیص من الامر القدیم وکل ماذکر فی حدیث ابن عمر من السراویل والبرانس وغیرھا

(شرح صحیح البخاری لابن بطال ص ۸۳ ج ۹)

اس باب میں اس بات کا ثبوت ہے کہ قمیص پہننا اور پاجامہ نیز ٹوپی وغیرہ پہننا، جس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہوا ہے، یہ قدیم امور میں سے ہیں۔

مردوں کا ٹوپی سے اپنا سر ڈھانپنا قدیم تہذیب ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب بھی ہے، چنانچہ ٹوپی، حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمہم اللہ کے لباس کا حصہ ہے، حافظ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

القلنسوۃ من لباس الانبیاء والصالحین. (عارضۃ الاحوذی ص ۲۴۲ ج ۷)

آپ ﷺ کی ٹوپی مبارک

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی ٹوپی پہننا ثابت ہے، علامہ قسطلانی

رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقد کان لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عمامة تسمّی السحاب ویلبس تحتها القلانس اللا طئة (المواهب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ص۹ ج۵)

رسول اللہ ﷺ کا ایک عمامہ تھا، جس کو "سحاب" کہا جاتا تھا، آپ ﷺ اس عمامہ کے نیچے سر پر مڑھی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی ٹوپی کے بارے میں سب سے عمدہ سند والی وہ روایت ہے، جو حافظ ابو محمد بن حیان الملقب بأبی الشیخ رحمہ اللہ نے "اخلاق النبی ﷺ" میں ذکر کی ہے، جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے:

ان النبی ﷺ کان یلبس من القلانس فی السفر ذوات الاذان وفی الحضر المشمرة یعنی الشامیة (اخلاق النبی ﷺ ص۱۰۴)

نبی کریم ﷺ سفر میں باڑ دار اونچی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں سمٹی ہوئی یعنی شامی۔

سر ڈھانپنے کے لئے رسول اللہ ﷺ جس طرح ٹوپی استعمال فرماتے تھے، اسی طرح عمامہ بھی باندھتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اکثر ٹوپی پہن کر اس پر عمامہ باندھتے تھے نیز بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ کا استعمال فرماتے تھے، حافظ ابن القیم حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کانت لہ عمامة تسمی السحاب کساها علیا، وکان یلبسها ویلبس تحتها القلنسوة، وکان یلبس القلنسوة بغیر عمامة، ویلبس العمامة بغیر قلنسوة. (زاد المعاد، ج۱ ص۸۲)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عمامہ تھا، جسے ''سحاب'' کہا جاتا تھا، جو بعد میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا، آپ اس کو باندھتے تھے، اور اس کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی رسول اللہ ﷺ بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے، اور کبھی بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ بھی زیب تن فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ سے سر برہنہ ہونا حالت احرام میں ثابت ہے اور سوائے احرام کے احیاناً آپ ﷺ برہنہ سر ہوئے ہیں، ورنہ آپ کی عام عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ یا ٹوپی بجی رہتی تھی، محدث سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الدعامۃ'' میں ان احادیث کو جمع فرمایا ہے، جو آپ ﷺ کے عمامہ کے ساتھ ٹوپی پہننے اور بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے کی مواظبت پر دلالت کرتی ہیں، آپ کے اس اہتمام کی وجہ سے حافظ ابن العربی رحمہ اللہ نے تو ''عارضۃ الاحوذی'' (ج ۷ ص ۲۴۲) میں ٹوپی پہننے کو از قبیل سنت قرار دیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رسول اللہ ﷺ کی عادات واطوار اور آپ ﷺ کے طرز عمل کا اتباع کرتے ہوئے عام حالات میں برہنہ سر نہیں رہتے تھے، بلکہ ٹوپی یا عمامہ سے اپنے سروں کو ڈھانکتے تھے، جامع ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

الشہداء اربعۃ، رجل مؤمن جید الایمان لقی العدو فصدق اللہ حتی قتل، فذلک الذی یرفع الناس الیہ اعینھم یوم القیامۃ ھکذا، ورفع رأسہ حتی وقعت قلنسوتہ، فلا ادری قلنسوۃ عمر اراد ام قلنسوۃ النبی ﷺ، الحدیث۔ (جامع ترمذی، ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

شہدا چار قسم پر ہیں: ایک وہ مؤمن آدمی ہے، جس کا ایمان عمدہ ہو اور دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی

تصدیق کرتے ہوئے لڑے اور شہید ہو جائے، اس آدمی (کے بلند درجات) کا حال یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن اس کی طرف اپنی نگاہ اس طرح اٹھائیں گے، یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنا سر اٹھایا، یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر گئی، راوی کہتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مراد ہے یا نبی ﷺ کی ٹوپی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر ٹوپی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے:

قال (ای سلیمان التیمی) رأیت علی انس برنسا اصفر من خز (صحیح بخاری، ص۸۶۳، ج۲)

سلیمان تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر ریشم اور اون کی بنی ہوئی زرد رنگ کی مخصوص ٹوپی (جو لباس ہی کا حصہ تھی) دیکھی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی "برنس" ٹوپی

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد لبسه جماعة من الصحابة منهم ابوبکر الصدیق وابن عباس والتابعین منهم ابن ابی لیلی وغیره.

(ارشاد الساری، ج۱۲، ص۵۲۳)

بالیقین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے برنس ٹوپی (جو لباس ہی کا حصہ ہوتی ہے) پہنی ہے، جن میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ

عنہم ہیں، اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے بھی یہ مخصوص ٹوپی پہنی ہے، جن میں حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ''برنس'' ٹوپی کا استعمال تھا، جس کو حالت احرام میں پہننے سے منع کیا گیا، صحیح بخاری میں ہے:

عن النبی ﷺ قال لایلبس المحرم القمیص ولاالعمامة ولاالسراویل ولاالبرنس (الحدیث) (صحیح بخاری ج۱ص ۲۰۹ وج۶ص ۸۶۴)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ مُحرم آدمی قمیص، عمامہ، پاجامہ اور برنس نہیں پہنے گا۔

ٹوپی کی طرح عمامہ کا استعمال بھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں رہا ہے، حضرت عبداللہ بن عتیک اور حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کے عمامے کا ذکر صحیح بخاری میں اور حضرت انس بن مالک، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم جیسے بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمامے کا ذکر مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب حدیث میں ملتا ہے، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن حازم وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمامے زیب تن کرنے اور شملہ چھوڑنے کی کیفیت تک کا بیان حدیث کی کتابوں میں ہوا ہے۔

تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں ٹوپی

تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں بھی عام حالات میں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانکنے کا معمول تھا، چنانچہ حضرت ابواسحٰق سبیعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی ٹوپی کا ذکر صحیح بخاری (ج۱،ص ۱۵۹) میں آیا ہے۔

ابن بطال مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال مالک: العمة والاحتباء والانتعال من عمل العرب، ولیس ذلک فی العجم، وکانت العمة فی اول الاسلام، ثم لم تزل حتی کان هؤلاء القوم، قال ابن وهب، وحدثنی مالک انه لم یدرک احدامن اهل الفضل: وحدثنی مالک انه لم یدرک احدامن اهل الفضل: یحیی بن سعید وربیعة وابن هرمز الاوهم یعتمون ولقد کنت فی مجلس ربیعة وفیه احد وثلاثون رجلا مامنهم رجل الاوهو معتم وانا منهم

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج۹، ص۸۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمامہ باندھنا، گوٹ لگانا اور جوتے پہننا عرب کے عمل میں سے ہے، یہ عجم میں نہیں تھا اور عمامہ باندھنا ابتداء اسلام میں تھا، پھر یہ مسلسل رہا، تا آنکہ ابناء زمانہ بھی اسی پر قائم ہیں، ابن وہب فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے ارباب فضل یحیی بن سعید، ربیعہ اور ابن ہرمز رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کو عمامہ باندھتے ہوئے پایا اور میں ربیعہ کی مجلس میں تھا، اس میں اکتیس شرکاء مجلس تھے، ان میں سے ہر ایک عمامہ باندھے ہوئے تھا اور میں بھی ان میں سے تھا۔

ننگے سر رہنا مکروہ بھی اور انتہائی قبیح فعل ہے

سطور بالا سے مسئلہ کا ایک پہلو اور تصویر کا ایک رخ سامنے آ گیا کہ مردوں کا عام حالات میں اپنے سر کو ٹوپی یا عمامہ سے ڈھانکنے کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آ رہا

ہے، رسول اللہ ﷺ کا عام معمول بھی یہی تھا، خیر القرون میں بھی اس کا معمول رہا ہے اور سلف سے خلف تک یہ معمول برابر جاری ہے، اسی لئے بعض حضرات لوگوں کے سامنے مردوں کے برہنہ سر ہونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے:

ویکرہ کشف رأسہ بین الناس (غنیۃ الطالبین، ج ۱، ص ۱۳)

کراہت کے قول میں کلام ہو تو ہو، لیکن اس کے خلاف مروت ہونے میں دو رائے نہیں ہیں، امام ابن جوزی رحمہ اللہ کی ''تلبیس ابلیس'' میں ہے:

ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفیہ اسقاط مروۃ وترک ادب (تلبیس ابلیس، ص ۳۷۳)

کسی عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ برہنہ سر رہنا انتہائی قبیح ہے اور یہ خلاف مروت اور بے ادبی ہے۔

دوسرا پہلو اور تصویر کا دوسرا رخ

مسئلہ کا دوسرا پہلو اور تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ نماز کی حقیقت بارگاہ خداوندی میں حاضری ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ پورے ادب واحترام کے ساتھ حاضر ہو، اور منجملہ آداب واحترام کے ٹوپی اور عمامہ ہے یا دونوں میں سے کسی ایک سے سر ڈھانپنا ہے، دیکھئے! لباس کی دو حدیں ہیں، ایک واجب اور دوسری مستحب، قرآن مجید نے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۶ میں لباس کو انہی دو حدوں میں تقسیم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا

اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے وہ پوشاک اتاری ہے، جو تمہارے ستر کو چھپاتی ہے اور آرائش کے کپڑے اتارے ہیں۔

پھر آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ایک حد تو وہ ہے جس کا ڈھانکنا واجب وفرض ہے اور وہ قابل شرم اعضاء اور ان کے ملحقات ہیں اور دوسری حد آرائش کا لباس ہے، یہ بھی نماز میں مطلوب ہے، ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والذی یظھر ان "الزینة" ھو مایتجمل بہ ویتزین عند الصلاۃ ولا یدخل فیہ مایستر العورۃ لان ذلک مامور بہ مطلقا. (البحر المحیط، ج۴ص۲۹۲)

ظاہر یہ ہے کہ "زینت" ہر وہ لباس ہے، جس سے نماز کے وقت تجمل وتزین حاصل ہو، اور زینت میں وہ کپڑا داخل نہیں ہے، جو ستر کو چھپانے والا ہو، اس لئے کہ وہ تو مطلقاً مامور بہ ہے۔

اور آرائش کے لباس کی حد صرف مونڈھوں تک نہیں ہے، یہ تو ایک درمیانی صورت ہے، کامل آرائش یہ ہے کہ سر اور ٹخنوں کے اوپر تک جو بھی آرائش اور زینت کا لباس ہے اس کو پہن کر نماز پڑھی جائے، اس اعتبار سے عمامہ اور ٹوپی سے یا ان میں سے کسی ایک سے سر ڈھانکنا آرائش کے قبیل سے ہے، لہذا سر ڈھانپ کر نماز پڑھنی چاہئے۔

نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کے حکم قرآنی اور ارشاد نبوی ﷺ "ان اللہ عزوجل احق من ان تزین لہ" (اللہ عزوجل زیادہ مستحق ہیں کہ آپ اس کے لئے زینت وآرائش اختیار کریں) کے پیش نظر حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے نماز میں قمیص وتہبند یا قمیص وپاجامہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانکنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

"الفقہ الاسلامی" میں ہے:

والمستحب شرعا ان یصلی الرجل فی ثوبین ..... کما یستحب تغطیة الراس. (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۲ص۹۸۲)

مرد کا دو کپڑوں میں نماز پڑھنا شرعاً مستحب ہے..... جیسے سر

ڈھانپنا مستحب ہے۔

''البحر الرائق'' میں ہے:

والمستحب ان یصلی فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة (البحر الرائق، ج۱ص۲۶۹)

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، ازار اور عمامہ میں۔

ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کا فتویٰ

سستی کی وجہ سے یا غیر اہم معاملہ خیال کر کے کھلے سر نماز پڑھنے کو حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ ''الفقه الاسلامی'' کی ''مکروہات صلاۃ'' کی بحث میں ہے:

والصلوٰۃ حاسرا (کاشفا) رأسه للتکاسل ....والکراهة هنا تنزیهیة اتفاقا (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۲ص۹۸۲)

اور سستی کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھنا (مکروہ ہے) اور یہاں کراہت بالاتفاق تنزیہی ہے۔

ویکره ان یصلی حاسرا رأسه تکاسلا، بان استثقل تغطیته ولم یرها امرا مهما فی الصلوٰۃ فترکها لذلک، ولا بأس اذا فعله تذللا وخشوعا، وقوله "لا بأس" یدل علی ان الاولی ان لا یفعله وان یتذلل ویخشع بقلبه فانها من افعال القلب (شرح منیۃ المصلی، ص۳۴۸)

اور سستی کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، بایں طور کہ نماز میں سر ڈھانپنے کو بوجھ سمجھ کر اور اس کو غیر اہم معاملہ خیال کر کے

چھوڑ دے، جب تذلل اور فروتنی کے لئے کھلے سر نماز پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے، ماتن کا قول ''لا باس'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اس غرض سے کھلے سر نماز پڑھے اور تذلل اور فروتنی قلب سے اختیار کرے، اس لئے کہ یہ قلب کے افعال میں سے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

''چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں، بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے، اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، خواہ قمیص ہی نیم آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو بہر حال نماز مکروہ ہے اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے، جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم و عار سمجھے، جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے اگرچہ پوری آستین بھی ہو یا سر پر بجائے ٹوپی کے کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رومال باندھ لینا کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا، تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے؟ سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ ''زینت'' سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم ﷺ کی تصریحات سے بھی''۔ (معارف القرآن ج ۳ ص ۵۴۴)

الغرض عام حالات میں ننگے سر نماز پڑھنا، نماز کے وقت تزین و آرائش اختیار کرنے کے حکم قرآنی کے خلاف ہے، نیز ارشاد نبوی ''ان اللہ عز و جل احق من ان تزین لہ'' کے بھی خلاف ہے اور سنت متوارثہ اور صدیوں کے عمل متوارث کے بھی خلاف ہے، اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ اب تو مسلمانوں میں بھی کھلے سر رہنا ہی عام رواج ہے، تو جاننا چاہئے کہ یہ ایک فیشن ہے، اس کا اعتبار نہیں، اعتبار اسلامی تہذیب کا ہے، چنانچہ خیر القرون سے سر ڈھانپنے کا جو معمول چلا تھا، کہ رسول اللہ ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، مشائخ و محدثین اور ائمہ

دین رحمہم اللہ عام حالات میں عمامہ اور ٹوپی سے سرڈھانکتے تھے، ان کی یہ عادت نہ تھی کہ کھلے سر پھریں یا کھلے سر نماز پڑھیں، وہ معمول آج تک دیندار اور سمجھدار طبقہ میں برقرار ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حج میں تو مرد کو برہنہ سر رہنا پڑتا ہے، جب اس عبادت میں کھلے سر رہنا مطلوب ہے، تو عام حالات میں نماز بھی کھلے سر ہی ادا کرنا چاہئے، اس کا جواب یہ ہے کہ حج چونکہ مخصوص مکان میں مخصوص وقت میں ادا کی جانے والی مخصوص عبادت ہے، لہٰذا برہنہ سر ہونے میں اس پر نماز جیسی عبادت کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

اے اولاد آدم اپنی زینت حاصل کرو ہر مسجد کے نزدیک

زینت سے مراد وہ لباس ہے جو جسم انسانی کے ضروری پوشیدنی حصوں کا ستر کر سکے اور مسجد سے مراد نماز ہے:

ان المراد من الزينة الثياب المواري للعورة و المراد من المسجد هو الصلوٰة (تفسیرات احمدیہ ص ۴۲۳ ۔ الاکلیل ج ۲ ص ۱۱۰)

واضح ہوا کہ نماز میں ایسی زیبائش ہونی چاہئے جو شرعاً جائز ہے اس سے پتہ چلا کہ قمیص، عمامہ وغیرہ مستحب ہیں اور خصوصاً ننگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

تكره الصلوٰة ...... مكشوف الرأس ...... لان فيه ترك اخذ الزينة المامور بها مطلقاً (از منیۃ، غنیۃ صغیری)

ننگے سر نماز اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں زینت کی ترک لازم آتی ہے جس کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔

فقہاء کرام نے صراحتہً ٹوپی کا ذکر کیا ہے، صاحب درمختار فرماتے ہیں:

ان رفع العمامة او القلنسوة بعمل قليل اذا سقطت افضل من الصلوٰة مع كشف الرأس (درمختار)

بے شک عمل قلیل سے سر سے گرنے والی پگڑی یا ٹوپی کو اٹھانا اور سر پر رکھنا افضل ہے بنسبت ننگے سر کے۔

کان ﷺ یامر بستر الرأس بالعمامة او القلنسوة و ینهی عن کشف الرأس فی الصلوة (کشف الغمہ للشعرانی، ج ۱ص ۸۷)

نبی کریم ﷺ حکم فرماتے تھے کہ نماز میں سر کو پگڑی یا ٹوپی سے ڈھانپ کر رکھا جائے اور ننگے سر نماز ادا کرنے سے آپ منع فرماتے تھے۔

کان یلبس ﷺ القلانس تحت العمائم و بغیر العمائم و یلبس العمائم بغیر القلانس (کنز العمال، ج ۴ص ۲۴۔ جامع الصغیر، ج ۲ص ۳۳۷۔ و ہکذا فی السیرۃ الحلبیہ، ج ۳ص ۴۶۲۔ المدخل لابن الحاج۔ زاد المعاد، سفر السعادۃ، شرح سفر السعادۃ)

نبی کریم ﷺ نے پگڑی کے نیچے ٹوپی اور ٹوپی بغیر پگڑی کے اور پگڑی بغیر ٹوپی کے استعمال فرمائی۔

روی ان النبی ﷺ کان لہ قلانس یلبسها و قد صح ذلک اقول الظاهر ان المراد لبسها بغیر عمائم (تکملة البحر، ج ۸ص ۲۸۴ وہکذا فی الہندیہ)

بے شک نبی کریم ﷺ کی ٹوپیاں تھیں جن کو آپ پہنا کرتے تھے یہ بات پایہ صحت تک پہنچی ہوئی ہے، اور مراد بھی اس سے ٹوپی کا استعمال بغیر پگڑی کے ہے۔

المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص و ازار و عمامة (عالمگیری، ج ۱ص ۳۱)

مستحب یہ ہے کہ مرد نماز کو تین کپڑوں میں ادا کرے، قمیص،

چادر اور پگڑی میں۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ

کھلے سر نماز پڑھنے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے، وہ اپنی عبادت میں اور احترام کے ہر موقع پر سر کھلا رکھتے ہیں، اگر پہلے سے ٹوپی پہنی بھی ہو، تو وہ لوگ ایسے مواقع میں اسے اتار دیتے ہیں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ کھلے سر نماز پڑھنا سنت یا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے، ان حضرات کا یہ خیال صحیح نہیں، سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۳۱ سے نماز میں تزین مطلوب ہونا ثابت ہوتا ہے، اور یہ عجیب بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عمامہ باندھنا ثابت ہے اور ٹوپی کا تذکرہ بھی آیا ہے، پھر عام حالات میں تو آپ تزیین کے لئے یہ لباس زیب تن فرماتے ہوں اور جب نماز کا وقت آتا ہو، تو ان کو اتار کر نماز پڑھتے ہوں!!! یہ محض من گھڑت بات ہے، رسول اللہ ﷺ سے قطعاً یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کپڑا ہوتے ہوئے بلا کسی عذر کے کبھی ننگے سر نماز پڑھی ہو، یا آپ ﷺ نے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو، ومن ادعی فعلیه البیان، آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمامے اور ٹوپیوں کے ساتھ نماز پڑھنا خود صحیح بخاری سے ثابت ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة (صحیح بخاری، ج۱ص ۵۶)

قوم عمامے اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی۔

مذکورہ اثر میں "قوم" سے مراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباری" (ج۱ص ۵۸۸) میں نقل فرمایا ہے:

رہی وہ روایت جو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ اور حافظ ابن عساکر رحمہما اللہ وغیر

علماء نے ذکر کی ہے کہ

وكان ربما نزع قلنسوة فجعلها سترة بين يديه وهو يصلى

رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار اپنی ٹوپی کو اتار کر اپنے سامنے اس کو سترہ بنا لیتے تھے اور اس حال میں آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تھے۔

سو اس روایت میں کلام ہے، بر تقدیر صحت سترہ کی ضرورت وعذر پر محمول ہے، لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ بلا عذر بھی سر کھولے ہوئے نماز پڑھنا سنت یا مستحب ہے۔

بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ بغیر ٹوپی کے بھی نماز تو ہو جاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو بغیر قمیص کے نماز پڑھنے والے کی نماز بھی ہو جاتی ہے یعنی فریضہ ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس طرح نماز ہو جانے کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان بلا کسی عذر کے مستحب امر کو با مروت و شریفانہ ہیئت کو ترک کر کے نماز پڑھنے کی عادت بنا لے، لہٰذا ہر مسلمان مرد کو کوشش کرنی چاہئے کہ ٹوپی یا عمامہ کا عام معمول بنا لے، ورنہ کم از کم نماز کے دوران ٹوپی یا عمامہ کا اہتمام کرے، اللہ تعالیٰ شانہ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

﴿چوتھا باب﴾

ننگے سر نماز کا تحقیقی جائزہ

تمہید

چند سال پہلے کی بات ہے کہ بزرگوں، استاذوں اور علماء کے سامنے ننگے سر جانا سخت بے ادبی سمجھی جاتی تھی، اللہ تعالیٰ بھلا کرے انگریزی تعلیم حاصل کرنے والوں کا کہ جب سے انہوں نے مغربیت کے ماحول کو رواج دیا ہے، ہمارے نبی اکرم ﷺ کی سنتیں رخصت ہو رہی ہیں، اب ننگا سر رہنا تہذیب، اور سر ڈھانپنے اور پگڑی باندھنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے پھر جدید مذاہب کے افراد اپنی بھرتی بڑھانے کی خاطر مغربیت زدہ لوگوں کو ان کی منشاء کے مطابق مسئلے گھڑ دیتے ہیں تاکہ لوگ ان کے جال میں پھنس جائیں، کچھ یہی کیفیت آج کل ننگے سر نماز پڑھنے کی ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ سے لے کر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم، خیر القرون سے لے کر سوائے غیر مقلدین کے نماز جیسی اہم عبادت کو ننگے سر کبھی ادا نہیں کیا اور نہ ہی ننگے سر نماز ادا کرنے کا حکم صادر فرمایا بلکہ ہمیشہ پگڑی باندھ کر نماز پڑھی اور پگڑی کے ساتھ نماز پڑھنے کے بڑے بڑے فضائل و درجات بیان فرمائے۔

فضائل نماز باعمامہ

حدیث نمبر ۱:

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عز وجل و ملائکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر)

یعنی، بے شک اللہ عز وجل اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوؤں پر درود بھیجتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲:

عن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت

رسول الله ﷺ يقول صلوة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمسا و عشرين صلوة بلا عمامة و جمعة بعمامة تعدل سبعين جمعه بلا عمامة (رواہ ابن عساکر و الدیلمی و ابن النجار)

یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کے برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہمسر ہے۔

حدیث نمبر ۳:

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الصلوة في العمامة تعدل بعشرة الا لحسنته (رواہ الدیلمی)

یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

حدیث نمبر ۴:

عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة (مسند الفردوس)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

ننگا سر کس کا

ننگا ہو کر دو گروہ نماز ادا کرتے ہیں:

۱۔ مغربیت زدہ منکرین حدیث، ان سے ہماری گفتگو بھی بے سود ہے کیونکہ وہ تو الشاذ دین سے ٹھٹھا مخول کرتے ہیں۔

۲۔ غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں ان میں اگر انصاف ہے تو

مندرجہ ذیل مضمون کو غور سے پڑھیں:

(۱)...... نماز میں سر پر پگڑی باندھنے کی حدیثیں ایسی ہیں کہ جن میں شک صرف ضدی کرے گا یا جاہل اور نبی اکرم ﷺ کی سنت مواظبہ (دائمی) کا خلاف یقیناً مکروہ ہے چنانچہ بحرالرائق (ج ۲ ص ۲۴) میں ہے:

وصله ان السنة اذا كانت مؤكدة قربة لا يبعد ان يكون تركها مكروها كراهة تحريم

اس قانون کے مطابق بھی سر سے ننگے نماز کی ادائیگی مکروہ ٹھہرے گی۔

(۲)...... ایک آدھ مرتبہ اگر حضور علیہ السلام نے کیا ہے تو وہ صرف جواز کے لئے تھا، تاکہ امت کے کسی غریب کو اگر پگڑی نہ ملے تو اس کی نماز کو بھی بارگاہِ نبوت کا دامن نصیب ہو (جیسے کہ حضور علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی) مثلاً آپ نے پاک جوتا پہن کر نماز ادا فرمائی ہے اور ایک دفعہ صرف ایک بچی کو مونڈھے پر بٹھلا کر نماز ادا فرمائی ہے اور ایک دفعہ صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھائی ہے، اب غیر مقلدوں کو چاہیے کہ ہمیشہ ہی جوتا پہن کر نماز پڑھا کریں۔ بچیوں کو مونڈھے پر بٹھلا کر نماز ادا کریں، چادر قمیض یا شلوار قمیض وغیرہ کے بجائے صرف ایک تہبند باندھ کر نماز پڑھیں، جواز کی صورت تو یہی ہے کہ کسی غریب کو پگڑی یا رومال ٹوپی وغیرہ دستیاب نہیں تو وہ پڑھ لے لیکن آج کون سا بدنصیب انسان ہے جس کے گھر میں جوڑے کپڑوں کے نہ ہوں۔

(۳)...... نبی اکرم ﷺ نے تو نماز کی ادائیگی کے وقت سر ڈھانپنے کی اتنا سخت تاکید فرمائی ہے کہ سر کا درمیانہ معمولی حصہ کھلا رکھنے کو بھی گوارا نہیں، چہ جائیکہ سارا سر ننگا ہو چنانچہ حدیث شریف میں اعتجار سے روکا گیا ہے اور اعتجار کی تفسیر میں صاحب بحرالرائق (ج ۲ ص ۲۵) میں لکھتے ہیں:

وهو ان يكور عمامته ويترك وسط راسه مكشوفا

فاکھیئۃ الاشرار

وہ یہ کہ عمامہ باندھ کر سر کا درمیانہ حصہ شرارتیوں کی طرح کھلا رکھا جائے۔

ازالہٗ وہم

فقہاء کرام نے ننگے سر نماز کی تین قسمیں لکھی ہیں:

(۱) بہ نیت استخفاف واستحقار یعنی دل میں خیال ہو کہ نماز میں کوئی ایسی حالت تو نہیں جس میں سر کو ڈھانپ کر نماز پڑھوں اس لحاظ سے ننگے سر نماز پڑھنا کفر ہوگا۔

(۲) سستی وکاہلی کی وجہ سے سر سے ننگا ہو کر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

نوٹ

اسلام کے احکام قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس سے ثابت ہوتے ہیں، پھر ان کے کئی درجات ہیں، جیسے فرض، واجب، سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ اور مستحب، چونکہ یہ مسئلہ غیر مقلدوں سے منسلک ہے اسی لئے ان کی سمجھ کے مطابق عرض کیا جارہا ہے کیونکہ وہ خود کو اہل حدیث کہلاتے ہیں اگرچہ صرف نام ہے کام نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔

قواعد الحدیث

احادیث مبارک کا غور سے مطالعہ کرنے والے کو معلوم ہے کہ بعض امور وہ ہیں جن پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مداومت فرمائی اور وصال تک عمل رہا، اسے اصلاح میں سنت کہا جاتا ہے، ہم اہل سنت اس قسم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں، اسی لئے ہم اہل سنت کہلاتے ہیں۔

بعض وہ احادیث مبارکہ ہیں جو محض امت کی سہولت کے لئے کبھی عمل کیا یا اجازت بخشی لیکن دائما عمل نہیں، اسے ہم حدیث تو کہہ سکتے ہیں لیکن سنت نہیں، چونکہ

غیر مقلدین عوام میں انتشار پھیلانے کے درپے ہیں، اسی لئے تلاش کر کے وہی احادیث پیش کرتے ہیں جن سے عوام کو خلش ہو اور انتشار پھیلے، ان کی مثالیں پیش خدمت ہیں، تا کہ مسئلہ واضح ہو۔

(۱) نبی پاک ﷺ نے ایک دفعہ اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا، لیکن دائماً سواری کے بغیر طواف فرمایا۔

(۲) روزہ کی حالت میں کبھی بعض ازواج مطہرات کو بوسہ دیا لیکن ہمیشہ نہیں پہلا کام صرف جواز کے لئے تھا، ہم اسے حدیث مانتے ہیں لیکن دائماً اس پر عمل نہ تھا، ممکن ہے غیر مقلدین اس پر ہر روزہ کے ساتھ عمل کرتے ہوں تو وہ شادی شدہ حضرات ہیں لیکن جو غیر مقلد کنوارے ہوں تو وہ کنوارے کہاں جائیں گے ان کی دینی خیر خواہی کی طور پر ان کے لئے کوئی سبب بنا دیا جاتا ہو یہ ان سے پوچھئے ورنہ ایسے کنوارے غیر مقلدین زندگی بھر اس حدیث پر عمل نہ کر سکے۔

(۳) روزے کی حالت میں مباشرت (مرد و زن کا دو جسموں کے کپڑے کے حائل ہوئے بغیر ملنا ملانا) احادیث سے کبھی کبھی کر لینا ثابت ہے، وہ جواز کے لئے تھا کہ کسی سے اگر ایسے ہو جائے تو روزہ ضائع نہ سمجھا جائے، اسے ہم حدیث تو مانیں گے لیکن سنت نہیں، ممکن ہے غیر مقلدین اس پر روزانہ عمل کرتے ہوں تا کہ سنت سے محروم نہ ہوں، یہ ان کا گھریلو معاملہ ہے۔

(۴) بعض احادیث میں عورتوں کے ختنہ کے متعلق بھی آیا ہے تو ان کو ہم احادیث برحق کہیں گے لیکن عمل نہیں ہے، ممکن ہے ان کے ہاں یہ عمل جاری ہو بلکہ ہونا لازم ہے، کیونکہ وہ اہلحدیث نہیں، نمونہ کے لئے یہ چند مسئلے عرض کیے ہیں ورنہ اس قاعدے کا باب وسیع ہے۔

قارئین اکرام از خروارے کے طور پر مشتے نمونہ چند مسائل ذکر کیے ہیں ورنہ اور بھی کئی مسائل موجود ہیں لہٰذا ان مذکورہ مسائل کی روشنی میں واضح ہوا کہ سنت صرف اسی عمل کو کہا جائے گا جو دائمی ہو گا اور رسول اللہ ﷺ کا دائمی عمل ہے عمامہ

شریف باندھنا، لہٰذا سنت بھی یہی کہلائے گا اور جن احادیث میں ایک آدھ بار ننگے سر نماز ادائیگی کا ذکر ہے تو وہ احادیث بھی برحق ہیں لیکن ان پر عمل کرنے کو سنت کا درجہ نہیں دیا جائے گا بلکہ ایسا عمل جواز کے لئے ہوتا ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر بالفرض کبھی کپڑا وغیرہ نہ عمامہ ہو اور نہ ٹوپی تو ایسی حالت میں ننگے سر نماز ادا کر لینا بھی جائز ہے۔

قائلین ننگے سر نماز کے دلائل

دلائل غیر مقلدین

دس نمبر کے مطابق دس غیر مقلدین کے فتاویٰ کا مجموعہ میں کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مردہ کی مثال صادق آئی، کیونکہ زیادہ سے زیادہ روایات سے جواز ثابت کر سکے اور بس چنانچہ اُن دس صاحبان نے دلائل سے ننگے سر نماز کا جواز ثابت کیا ہے ان کی عبارات کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

صحاح ستہ کے علاوہ مسند امام احمد و موطا، امام مالک، ابو بکر بن شیبہ و نیل الاوطار و سبل السلام شرح بلوغ المرام باب فی الثوب الواحد ملتحفا بہ:

(۱)...... عن ام هانی التحف النبی ﷺ بثوب له و خالف بین طرفیه (بخاری شریف)

(۲)...... عن عمر بن ابی سلمة انه رأی النبی ﷺ یصلی فی ثوب واحد

(۳)...... عن ابی هریرة رضی الله عنه ان سائلا سأل رسول الله ﷺ عن الصلوة فی ثوب واحد فقال رسول الله او لکلکم ثوبان (بخاری شریف)

(۴)...... عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لا

يُصلي احدكم في الثوب الواحد ليس على عاتقه شئ كذا عن سلمة بن الاكوع و في الحديث عن واقد بن محمد و طلق و غيره من كثير الصحابة و ائمة المسلمين و في الحديث ادلة كثيرة لا تحصى و من انكر فعليه ان ياتيني بدليل واضح الا فلا نسلم قول من قول لا يجوز الصلوة لمن لا يضع الثياب على رأسه في الصلوة و كذا في البيهقي و في كتب المتداولة و تحفة الاحوذي و شرح البخاري يعني فتح الباري ادلة كثيرة امنا جابر بن عبدالله في قميص واحد ثم قال هكذا رايت رسول الله ﷺ في قميص واحد البيهقي في باب الصلوة في الثوب الواحد و مسند امام احمد (ص ۱۰۳) باب جواز الصلوة في الثوب الواحد قال ابو حنيفة عن الزبير عن جابر رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ صلى في ثوب واحد متوشحا به فقال بعض القوم لابي الزبير عن المكتوبة قال المكتوبة و غير المكتوبة، مسند امام احمد، هذا كفاية لمن له دراية

ان سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ننگے سر نماز پڑھی اور پڑھائی ہے۔ (بخوف طوالت ان روایات کا ترجمہ و مطلب ترک کر دیا ہے)

ایک اور صاحب نے وہی روایات مع طریق استدلال کہا ہے۔

یہ مسئلہ حدیث کی ہر کتاب میں موجود ہے، مشکوۃ شریف باب الستر میں پہلی حدیث میں عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رأيت رسول الله ﷺ يصلي في ثوب واحد مشتملا به في بيت ام سلمة واضعاً طرفيه على عاتقيه (متفق علیہ)

اس حدیث شریف سے رسول اللہ ﷺ کا ایک کپڑے میں ننگے سر نماز پڑھنا ثابت ہوا۔

دوسری حدیث شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ لا يصلين احدكم في الثوب الواحد ليس على عاتقيه منه (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ نماز پڑھے کوئی تمہارا جس کے کندھوں پر کپڑا نہ ہو۔

اس حدیث میں ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی، بشرطیکہ کندھے ننگے نہ ہوں، ننگے سر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا۔

تیسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سمعت رسول الله ﷺ من صلى في ثوب واحد فليخالف بين طرفيه (رواه البخاری)

اس حدیث میں ایک کپڑے میں ننگے سر نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا۔

چوتھی حدیث عمر بن ابی سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی ہے:

قال قلت يا رسول الله ﷺ انی رجل اصيد افاصلى في القميص الواحد قال نعم و رده و لو بشمولة (ابو داؤد و نسائی)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایک کرتہ میں ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، ایک کپڑے میں ننگے سر نماز پڑھنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے دوسرے کپڑوں کی موجودگی میں ننگے سر نماز پڑھی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الصلوٰۃ فی الثوب الواحد سنۃ کنا نفعل مع رسول اللہ ﷺ و لا یعاب علینا (احمد)

ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے اور ہم پر کوئی اعتراض نہ کرتا، اسی طرح آج بھی اگر کوئی ننگے سر نماز پڑھے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

آخری اور مضبوط سہارا

حدیث ذیل بڑے فخر و ناز سے پیش کرتے ہیں:

عن محمد بن المنکدر قال صلی جابر فی ازار قد عقدۃ من قبل قفاہ و ثیابہ موضوعۃ علی المشجب فقال لہ قائل تصلی فی ازار واحد فقال انما صنعت ذالک لیرانی احمق مثلک و اتینا کان لہ ثوبان علی عھد رسول اللہ ﷺ ایضاً عن محمد بن المنکدر قال رأیت جابرا یصلی فی ثوب واحد و قال رایت النبی ﷺ یصلی فی ثوب

محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی تہہ بند میں نماز پڑھی اور اپنے کپڑے کھونٹی پر رکھ دیئے، کسی نے اعتراض کیا کہ آپ نے ایک ہی تہبند میں کیوں نماز پڑھی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس لئے تاکہ میں تیرے جیسے بے سمجھ کو بتا دوں کہ ننگے سر نماز ہو جاتی ہے اور نبی اکرم ﷺ کے عہد میں بہت کم لوگوں کو دو کپڑے میسر آتے تھے۔ دوسری روایت میں محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے یوں ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ایک ہی کپڑے

میں نماز پڑھتے دیکھ کر اس کی وجہ دریافت کی، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

قال فی النهاية و الغرض بیان جواز الصلوة الثوب الواحد و لو كانت الصلوة فی الثوبین افضل فكانه قال صنعته عمدا لبيان الجواز

صاحب نہایہ نے کہا کہ ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ دو کپڑوں میں فضیلت ہے نماز کی، اسی لیئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی تا کہ جو لوگ بے سمجھ ہیں وہ جان لیں کہ ننگے سر نماز جائز ہے۔

نوٹ: ہم نے نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کا تمام علمی سرمایہ یہاں جمع کر دیا ہے، اس کے بعد علم سے ان کی جھولی خالی ہے، اب مزید سنتے جائیں۔

جوابات

(۱)......تمام روایات جواز پر دلالت کرتی ہیں اس سے ہم نے کب انکار کیا ہے، اور خود احادیث کے شارحین کی عبارات نقل کیں تو انہوں نے جواز کا کہا اور جواز سے سنت ثابت کرنا یہی جہالت ہے۔ جس کی تا حال غیر مقلدین کو آگاہی نہ ہوئی۔ کہ کوئی کام حضور علیہ السلام جواز کے لئے کر دکھلائیں تو سنت کیسے بن گیا، جواز کی چند مثالیں راقم پہلے عرض کر چکا ہے۔

(۲)......احادیث مبارکہ میں ننگے سر نماز پڑھنے کا نہیں بلکہ ننگے سر نماز نبوی کی ہیئت و کیفیت سے ثابت ہوا تو اب ہمارا سوال ہے، جس طرح احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں اس طرح کی نماز پڑھو تو عامل بالحدیث بنو صرف پگڑی اتار کر نماز پڑھنے سے بدعتی بن رہے ہو، احادیث مبارکہ مذکورہ میں غور کرو اس کی یہ صورتیں ہیں:

(۱) ایک کپڑا، (۲) دو کپڑے، (۳) ایک کپڑا پیٹھ کے پیچھے سے گردن میں باندھ دینا جس سے کاندھا بھی ڈھکے ہوں (جیسے بچوں کو (ایک کپڑا) پہنایا جاتا ہے صرف ننگے سر نماز کا ذکر نہیں تو اب غیر مقلدین پر واجب ہے کہ وہ روزانہ عمامہ اتارنے کے بجائے صرف ایک ہی چادر پر اکتفا کریں، جیسے احادیث مبارکہ میں ہے اور اس چادر کو بچوں کی طرح کاندھوں پر باندھ کر نماز پڑھیں، صرف عمامہ پر غصہ کیوں، صرف عمامہ اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کی سنت کہاں سے نکال لی، جواز کے ہم قائل ہیں لیکن صرف ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت کہنا یہ کس حدیث میں ہے۔

(۴)...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت جس میں انہوں نے معترض کو احمق کہا اس سے ان کا ننگے سر نماز کا استدلال بھی عجیب ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک کپڑے سے نماز پڑھ رہے تھے اور بچوں کی طرح گردن میں کپڑا باندھ رکھا تھا تو غیر مقلدین بعینہ اس طرح نماز پڑھیں ہم انکار نہ کریں گے کیونکہ جواز کا باب وسیع تر ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا معترض کو احمق کہنا ننگے سر نماز کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے نہ یہ کہ آپ نے ننگے سر نماز پڑھنے پر معترض کو احمق کہا، اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کر جاتے تھے، اسی اختلاف کو سرور عالم ﷺ نے ”اختلاف امتی رحمۃ“ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ فرمایا ہے اس مسئلہ میں بہت بڑے جلیل القدر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو اختلاف تھا کہ ایک کپڑے سے نماز ہوتی ہی نہیں اور جواز والی روایات کا وہ حضرات یہ جواب دیتے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے دور میں وسعت نہ تھی اسی لئے جائز تھا لیکن بعد کو ناجائز ہے ان کے اسماء گرامی ملاحظہ ہوں، عینی شرح بخاری (ج ۴ ص ۵۸، ج ۴ ص ۶۱) میں ہے۔

التوشح نوع من الاشتمال تجوز الصلوۃ بہ و الفقھاء مجمعون جواز الصلوۃ فی ثوب واحد و قدوری عن ابن مسعود خلاف ذلک قلت ذھب طاؤس و

ابراهيم النخعي واحد في رواية و عبدالله بن وهب من اصحاب مالک و محمد بن جرير الى ان الصلوٰة في ثوب مكروهة الخ

ان کے ہاں بھی بہت بڑے دلائل ہیں جنہیں امام بدر الدین عینی شارح بخاری نقل فرما کر انکار کیا اور اس اختلاف میں بعض روایات حضرت ابن عمر بھی شامل ہیں اور امام مجاہد بھی، بلکہ اس مسئلہ پر سیدنا ابن مسعود و سیدنا ابن کعب رضی اللہ عنہما کا مناظرہ ہوا جس کا فیصلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابن کعب کے حق میں فرمایا۔ (ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری، ج ۴ ص ۷۳)

اور تاریخ صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقفین کو خوب معلوم ہے کہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم جس طرف ہوں حق وہی ہوتا ہے اور یہ بھی ہے پھر ادنیٰ اعلیٰ کے سامنے یا تابعی صحابی کے سامنے جمہور کے خلاف مسئلہ پر اعتراض یا طنز کرے یا اسی کو ترجیح دے تو پھر اس کے ساتھ اس طرح ہوتا ہے جیسے حضرت جابر نے معترض کو فرمایا چنانچہ یہاں بھی ہوا کہ مشکوٰۃ امام المحدثین حضرت علامہ بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ الباری مرقات (ج ۱ ص ۴۸۵) میں لکھتے ہیں:

انكره انكارا بليغا كانه قيل قد صحبت النبي ﷺ و ما شعرت بسته ...... في ثوب واحد و ثيابک موضوعة على المستجب فلذلک زجره و سماه احمق

خلاصہ یہی ہوا کہ حضرت ابن جابر کا معترض کو احمق کہنا جمہور کے مذہب کے خلاف بولنے کی وجہ سے تھا نہ یہ کہ ننگے سر نماز پڑھنے کے اعتراض کی وجہ سے اور نہ وہاں ننگے سر نماز کی بات تھی، یہ غیر مقلدین کا اپنا ڈھکوسلہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور دیگر جواز والی روایات کا جواب یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے عہد میں مسلمانوں میں لباس وغیرہ کی وسعت نہیں تھی اکثر مسلمان ایک لباس میں ہی گزارا کرتے تھے تو رسول پاک ﷺ نے ننگے سر نماز کی ادائیگی سے ان مسلمانوں کو رعایت دے دی کہ وہ مسلمان کہیں یہ گمان نہ کریں کہ ہمارا یہ عمل قرآن و حدیث میں نہیں، لہٰذا آپ ﷺ نے اس طریق ادائیگی سے ان غریب مسلمانوں کو جو کپڑے میں تنگی سے دوچار تھے اپنے دامن شفقت میں پناہ دی۔

جب کہ اس دور میں وہ پہلے والی حالت نہیں ہر مسلمان کے پاس وافر مقدار میں کپڑے اور وسائل موجود ہیں لہٰذا کپڑے کے ہوتے ہوئے ننگے سر نماز ادا کرنا صحیح نہیں ہے، کپڑے کی فراہمی کی بناء پر ننگے سر نماز پڑھنے کو بعض صحابہ کرام بھی ناجائز قرار دیتے تھے ملاحظہ کریں عینی شرح بخاری (ج ۴ ص ۵۸)، علامہ بدر الدین عینی نے اپنی شرح بخاری (ج ۴ ص ۷۳) میں جمہور کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ ننگے سر نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے تھے اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حق اسی جانب ہوتا ہے جس جانب جمہور صحابہ کرام ہوتے ہیں، لہٰذا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو معترض کو احمق کہا ہے وہ جمہور مذہب کے خلاف بولنے کی وجہ سے تھا نہ کہ ننگے سر نماز پڑھنے کے اعتراض کی بناء پر جب کہ وہاں تو ننگے سر نماز ادا کرنے کی بات ہی نہیں تھی۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جمہور علماء کرام سمیت جلیل القدر محدثین کا نظریہ ہی یہ تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک کپڑے یا دو کپڑوں میں نماز ادا کرنا کسی مصلحت اور ضرورت کی بنا پر تھا اور وہ مصلحت یا ضرورت یہ تھی کہ اس دور میں کپڑوں کی بہت شدید قلت تھی یا صرف بطور جواز کہ اگر کسی مجبوری میں ایک دو کپڑے میں بھی نماز ادا کر لی جائے تو نماز ہو جائے گی، بشرطیکہ اس میں کوئی دوسری شرعی خامی

نہ ہو، امام الہمام المحدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ (مرقات، ج ا ص ۴۲۸)

غیر مقلدین کا ننگا سر اور ان کے اقوال وفتاوی

سوال: آج کل غیر مقلدین انتہائی اہتمام سے ننگے سر گھومتے پھرتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں صرف غیر مقلدین کے مدلل اقوال اور فتاوی کے نقل کو ہم کافی ووافی سمجھتے ہیں۔

ابن لعل دین غیر مقلد کی مدلل تحریر

ابن لعل دین غیر مقلد نے چند احادیث نقل کر کے سیاہ پگڑی کو سنت کہا ہے، ابن لعل دین لکھتے ہیں: اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ عمامہ جو اللہ کے رسول ﷺ باندھا کرتے تھے اس کا رنگ حدیث میں سیاہ مذکور ہوا ہے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:

دخل النبی ﷺ یوم الفتح و علیه عمامة سوداء (مسلم، ابو داؤد، ابن ماجه، ترمذی، احمد، دارمی)

نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ پر سیاہ پگڑی تھی۔

عن عمرو بن حریث رضی الله عنه ان النبی ﷺ خطب الناس و علیه عمامة سوداء

ابوداؤد میں اس طرح ہے:

رأیت النبی ﷺ علی المنبر و علیه عمامة سوداء قد أرخی طرفها بین کتفیه (مسلم، ابن ماجه، ابو داؤد، شمائل ترمذی)

عمرو بن حریث کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو منبر پر دیکھا آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ ﷺ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی آپ ﷺ نے اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

مذکورالصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ عمامہ باندھنا سنت نبوی ﷺ ہے۔

(میٹھی میٹھی سنتیں یا... ص ۱۸۴، ۱۸۵)

(اس سنت پر کوئی غیر مقلد عمل کرنے کو تیار نہیں بلکہ عمل کو جائز ہی نہیں سمجھتے، کیوں؟ اس سنت سے آخر بغاوت کیوں؟ مؤلف)

فتاویٰ علمائے اہل حدیث

۱۔ تعصب، لاپرواہی اور فیشن کی بنا پر ایسا کرنا (یعنی سر ننگا رکھنا) صحیح نہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود یہ عمل نہیں کیا

۲۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت (ننگا سر) کا جواز ثابت ہو۔

۳۔ سنت اور استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔

۵۔ غرض کسی حدیث میں بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بدعملی یا کسل کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ

۶۔ لیکن کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔

۷۔ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے، اگر اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے

۸۔ ابتدائی عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس

عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت یہ مذکور ہو کہ نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد میں اور وہ بھی نماز با جماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ جائیکہ معمول بنا لیا ہو اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے۔

۹۔ اگر تعبد اور خضوع وخشوع کے لئے عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا۔

۱۰۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد وخضوع اور خشوع کی علامت نہیں اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا

وَ لَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى

نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر

غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ عمل ہے۔ (فتاویٰ علماء اہلحدیث، ج ۴ وغیرہ، بحوالہ تحفہ اہلحدیث، ص ۱۴)

غیر مقلد علماء کی مزید تحقیق

۱۔ جماعت اہلحدیث کے بانی شمس العلماء شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین فرماتے ہیں جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے، اس شہنشاہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیا کرو، یعنی اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو، اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ، ج ۳ ص ۳۷۲)

۲۔ مشہور غیر مقلد عالم مولانا سید داود غزنوی اور مولانا عبدالجبار غزنوی فرماتے ہیں ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس

عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت مذکور ہو کہ نبی ﷺ نے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ جائے کہ معمول بنالیا ہو اس لئے اس بدرسم کی جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے، اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی، اگر عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ ہوگا، اور اگر سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا، غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسند عمل ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، ج۴ص ۲۹۰، ۲۹۱)

۳۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح مسنون طریقہ نماز وہی ہے جو حضور نبی کریم ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ج۱ص ۵۲۴)

۴۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ صاحب فرماتے ہیں غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بدعملی یا کسل (سستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ) نیز فرماتے ہیں کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔ (فتاوی علماء حدیث، ج۴ص ۲۸۶ تا ۲۸۹)

۵۔ شیخ الحدیث مولانا ابو سعید شرف الدین فرماتے ہیں بحکم خذوا زینتکم عند کل مسجد (ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو) رسول اللہ ﷺ کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ (یعنی بدعت) ہے اور خلاف سنت ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ج۱ص ۵۹۲)

۶۔ غرباء اہل حدیث کے امام و مفتی مولانا عبدالستار صاحب فرماتے ہیں ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ و افضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زیب و زینت ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ، ج۳ص ۵۹)

۷۔ غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید سوہدروی فرماتے ہیں ننگے سر نماز ہو جاتی

ہے مگر بطور فیشن لاپرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل یہ عادت بنالینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جارہا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں، نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔ (فتاوی علماء حدیث، ج ۴ ص ۲۸۱)

۸۔ غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی فرماتے ہیں یہ کہنا کہ سرڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے، احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر پر عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں رکھتے تھے اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کے کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ ننگے سر گھومتے پھرتے تھے، یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آکر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی...... ہم نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو دیکھا وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں یہ آج کل کی نئی نسل خصوصاً اہلحدیث جماعت کے افراد نے معمول بنا رکھا ہے اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جاسکتا ہے، مسنون نہیں۔
(الاعتصام لاہور، ج ۴۵ شمارہ ۲۷، ۳۰ جولائی ۱۹۹۳ء)

۹۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم مؤرخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب فرماتے ہیں مشاہیر علمائے حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے، لیکن نئے دور کے اہل حدیث علماء ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔ (ماہنامہ الرشید، لاہور)

کچھ سوالات واستفسارات

۱۔ سنا ہے کہ غیر مقلدین کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام غیر مقلد علماء اور مناظرین نے جو کتابیں تصنیف کی ہے ان میں انہوں نے قرآن وحدیث کے خلاف لکھ کر عوام الناس کو دھوکہ دیا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کسی غیر مقلد

سے کہا جاتا ہے کہ یہ بات تمہارے ہی عالم نے لکھی ہے تو فوراً انکار کر جاتا ہے کہ غلط لکھا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ابن لعل دین نے احادیث کے حوالہ سے سیاہ پگڑی کی جو سنیت ثابت کی ہے یہ صحیح ہے یا پگڑی کے دشمنوں کا عمل درست ہے؟

۳۔ جو شخص ننگے سر رہنے اور نماز پڑھنے کو دین و شریعت اور حق کی علامت کہتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔ ایک غیر مقلد عالم نے کہا (جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے) ہے کہ مجھے مسجد میں باجماعت ننگے سر نماز پڑھنے کو کوئی صریح روایت نہیں ملی، کیا آج مل گئی ہے؟

۵۔ فتاویٰ علماء اہل حدیث جلد سوم کے آغاز میں اس فتاویٰ کے متعلق لکھا ہے جو کچھ پیش کیا گیا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اگر کوئی مندرجہ بالا دس حوالوں میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو یہ قرآن و حدیث کا انکار ہوگا یا نہیں؟

۶۔ ننگے سر نماز پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا مباح؟

۷۔ اگر کسی نے ٹوپی یا پگڑی سے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نماز مکروہ ہو جائے گی؟

۸۔ غیر مقلدین کی مساجد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ امام سر ڈھانک کر نماز پڑھاتا ہے ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کا عمل حدیث کے موافق ہے یا مخالف؟ اس کو امامت سے ہٹانا کمیٹی پر فرض ہے یا نہیں؟

۹۔ غیر مقلد مفتی صاحب نے جو لکھا ہے (جو پیچھے گزر چکا ہے) کہ بلا عمامہ ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنا لینا کسی حدیث سے ثابت نہیں، اس مفتی صاحب نے جھوٹ لکھا ہے یا سچ؟ اگر جھوٹ لکھا ہے جیسے کہ آج کل کے غیر مقلدین کا عمل بتا رہا ہے تو اس جھوٹ سے یہ گمراہ ہوا یا نہیں؟ اگر سچ ہے تو عمل سے

رکاوٹ کیا ہے؟

۱۰۔ ابتداء اسلام کو چھوڑ کر جس میں کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد کپڑوں کی وسعت کے زمانہ میں جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ننگے سر نماز پڑھنے اور ادھر ادھر ننگے سر گھومنے کا معمول بنایا ہوان کے نام بتایئے

تلک عشرۃ کاملۃ

ان دس سوالوں کے جواب قرآن کریم کی صریح آیات یا صحیح صریح، غیر متعارض حدیث سے دینا لازم ہے، قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہٰذا ان تمام عیوب ونقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔

﴿پانچواں باب﴾

ٹوپی پہننے کی شرعی حیثیت اہل علم حضرات کے فتاویٰ کی روشنی میں

اہلِ علم حضرات کے متفقہ فتاویٰ

سوال: ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ننگے سر نماز کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے۔

۲۔ سستی کی وجہ سے کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے جس کی وجہ سے ثواب کم ہو جائے گا۔

۳۔ ننگے سر نماز کو سنت سمجھے بغیر عادت بنالی جائے تو مکروہ تحریمی ہے۔

۴۔ ننگے سر نماز کو سنت سمجھ کر اختیار کرنا بدعت ہے

۵۔ ننگے سر نماز کو افضل و سنت سمجھنا اور نماز میں سر ڈھانپنے کو حقیر جاننا کفر ہے

ملاحظہ کیجیے: ''فتاویٰ عالمگیری (ج ۱ ص ۱۰۶)، درمختار (ج ۱ ص ۴۷۴)، ردالمختار (ج ۱ ص ۴۸۲)، فتاویٰ قاضیخان (ج ۱ ص ۱۱۸)''۔

قرآن کریم میں حکم ہے:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

نماز کے وقت اپنا خوبصورت لباس اختیار کرو۔

چونکہ عمامہ اور ٹوپی بھی لباس میں شامل ہے لہٰذا اس آیت کے بموجب نماز میں عمامہ یا ٹوپی پہننا چاہیے، مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک باب ہے ''باب من کان یسجد علی کور العمامة و لا یریٰ به باسا'' ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس بات میں آٹھ حدیثیں درج ہیں دوسرا باب ہے: ''باب من کرہ السجود علی کور العمامة'' ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ مکروہ ہے، اس باب میں بارہ احادیث ہیں، صرف ان دو باتوں کی بیس حدیثوں کو ہی دیکھ لیں تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت طریقہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ہے۔

عظمت باری تعالیٰ اور ٹوپی کی اہمیت

از حاجی قاری حافظ مولانا حبیب احمد صاحب مدظلہم العالی
خلیفہ مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اتباع سنت بہت بڑی چیز ہے، متبع سنت جو حضرات ہوں گے قیامت کے روز انشاء اللہ وہی لوگ آگے آگے ہوں گے۔

جو لوگ نماز سر کھول کر پڑھتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے کچھ لوگ اس میں جائز و ناجائز کا سوال اٹھاتے ہیں، یہاں جائز و ناجائز کا سوال نہیں ہے، یہ عظمت باری تعالیٰ کا سوال ہے دیکھنا یہ چاہئے کہ عظمت باری تعالیٰ کس میں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف، رکوع ۳)

تم زینت اختیار کرو ہر سجدے کے وقت۔

آیت میں مسجد سے مراد ہے سجدہ اور جز سے مراد ہے کل، سجدہ ایک جز ہے نماز کا، مراد اس سے کل ہے یعنی پوری نماز مراد ہے اور حکم دیا جا رہا ہے زینت اختیار کرنے کا، تفصیل اس کی یہ ہے کہ سجدہ پوری نماز نہیں بلکہ پوری نماز کا ایک جزو بول کر کل یعنی پوری نماز مراد لی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔

اب جائز ہونے کو تو اگر کوئی شخص صرف لنگی (تہبند) پہنے رہے اور باقی کپڑے اتار کر نماز پڑھے اور کسی عالم سے پوچھے کہ میری نماز ہوئی یا نہیں تو جواب یہی ملے گا کہ نماز ہوگئی، یہ نہیں کہا جائے گا کہ نماز نہیں ہوئی مگر ایک ادنیٰ سمجھ والا بھی یہی کہے گا کہ نماز تو ہوگئی لیکن اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی کیونکہ ہر مومن کو اتنی سمجھ ہوتی

ہے، فتویٰ کے اعتبار سے تو نماز ادا ہوگئی مگر جواب یہی ملے گا کہ پسند نہیں آئی چونکہ کھلے سر نماز پڑھنے کی عادت عام ہوتی جارہی ہے، اس لئے میں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

دیکھنا یہ چاہئے کہ کوئی چیز جو رائج ہوئی ہے اس پر عمل کرنے والے کس قسم کے لوگ ہیں، یہ کہاں سے رائج ہوئی ہے، اہل علم ہیں، اہلِ تقویٰ ہیں، اہل فہم ہیں یا یہ کہ جو اہل علم ہیں، اہل تقویٰ ہیں، اہل فہم ہیں، اہل دین ہیں، اہل شریعت ہیں وہ تو اس کے خلاف کرتے ہیں اور جو عامی ہیں جو نہ مسائل جانتے ہیں نہ دین جانتے ہیں نہ پڑھے لکھے ہیں ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اسی سے پتہ چلتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ پیروں پر کلام مجید رکھ کر پڑھتے ہیں، اسی ہاتھ میں چپل ہے اسی ہاتھ میں قرآن مجید ہے، اس قسم کے لوگ نماز میں بھی کسی چیز کا لحاظ نہیں رکھتے۔

اتنے زمانے سے آپ یہاں رہ رہے ہیں، آئمہ الحرمین کو آپ نے کبھی بھی نہ دیکھا ہوگا کہ انہوں نے خالی ٹوپی سے ہی نماز پڑھ لی ہو بلکہ عام حالت سے زیادہ ہی زینت اختیار کی، انہوں نے یا تو صافہ باندھا یا اس پر رومال ڈالا تو تقلید کے لائق یہ لوگ ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ

یعنی اس شخص کی راہ پر چلو جو میری طرف رجوع ہو۔

اور اسی طریقہ سے جو اہلِ علم ہیں کسی کو آپ نہ دیکھیں گے کہ بغیر زینت کے نماز ادا کرتے ہوں۔ یہ زینت اس لئے ضروری ہے کہ عظمت باری تعالیٰ اسی میں ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جب نماز پڑھتے تھے تو ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کے پاس جو قیمتی سے قیمتی لباس ہوتا تھا اس کو پہن کر نماز پڑھتے تھے، وہ بڑے امیر آدمی تھے اور قیمتی کپڑے بھی ان کے پاس رہتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ زینت اسی میں ہے اور جب یہ کپڑے نماز کے وقت کام نہ آئیں گے تو پھر کب کام آئیں گے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے

تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ جمال کو پسند فرماتے ہیں، اس لئے میں اپنے رب کے لئے زینت و جمال کو اختیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

حضور ﷺ نے صافے کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ صافے سے جو نماز پڑھی جائے گی غالباً ۷ے گناہ فضیلت سے زیادہ ہے اور ایک طرف یہ بھی فرمایا کہ مسلمان کے اور غیر مسلم کے صافے میں یہ فرق ہے کہ اس کے نیچے ٹوپی ہونی چاہئے یعنی مسلمان کے عمامے کے نیچے ٹوپی ہوتی ہے تو معلوم یہ ہوا کہ ٹوپی تو بہر حال ضروری ہے مسلمان کے لئے، صافہ ہو جب بھی ضروری ہے اور صافہ نہ ہو تو کتنی ضروری ہوگی، اللہ تعالیٰ کی عظمت ہمیں دل میں بٹھانا چاہئے، خود اپنے دل میں پیدا کرنا چاہئے، یہ طرز عظمت کے خلاف ہے، کچھ لوگ حضور ﷺ سے ثابت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی ایک بار ایسا کیا ہے، کوئی چیز کبھی عذر کے وجہ سے یا بیان جواز کے لئے اگر ثابت ہوگئی تو وہ چیز سنت معمول نہیں بنے گی، وہ تو صرف اس لئے ہے یہ اگر کبھی اس طرح بھی ہو گیا کسی وجہ سے تو کیا نماز ہوگی یا نہ ہوگی، نماز ہو جائے گی، مگر اب اس کو اصل بنالیا جائے اور اصل کو اس کے تابع بنالیا جائے یہ کس طرح مناسب ہے اور کون سا اصول ہے، یہ ساری چیزیں عظمت کے خلاف ہیں اور اگر عظمت دل میں ہے بھی تو وہی جو ہم لوگوں میں سستی اور کاہلی کی عادت ہے اس سے یہ ناشی ہے کہ کون اس کا اہتمام کرتے، کون ہر وقت ٹوپی ڈھونڈے، انا للہ، ہر وقت تو ہم اسی طرح رہتے ہیں، اس وقت کہاں اہتمام کریں۔

یہ جو بددین ہیں مخالف ہیں ہمارے دین کے، انہی نے یہ سب کچھ نکالا ہے، ٹوپی پہننی حضور اکرم ﷺ کی اور صحابہ کرام کی سنت استمراری ہے، صحابہ کرام اکثر صافہ باندھتے تھے یعنی ٹوپی اور صافہ اور یہی آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے۔

اس سے سب سے بڑی چیز جو ہے وہ عظمت الٰہی ہے جائز اور ناجائز کو دیکھنا نہ چاہئے، یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارے قلب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں ہے، تو رونے کی چیز ہے، بس رونے کی چیز ہے۔

ہم نے مدینہ شریف میں دیکھا، ہم نے مکہ شریف میں بھی دیکھا کہ سینکڑوں عالم باعمل اور جن کو رسوخ فی العلم حاصل ہے اور رسوخ فی التقویٰ حاصل ہے، نہایت زینت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو تقلید ان سے کرنی چاہئے یا ان لوگوں کی جو اتنے جاہل ہیں کہ ایڑیوں پر پیشاب کرتے ہیں، ان کے نزدیک تو شرم و حیا بھی کوئی چیز نہیں، وہیں وضو کرتے ہیں، وہیں پیشاب کررہے ہیں کیا ان کی تقلید کی جائے گی؟ ان کو تو سکھایا جائے گا، ان کو بتایا جائے گا ان کی تقلید نہیں کی جائے گی، حرمین شریفین کے اور علماء کو دیکھئے کیسے کرتے ہیں، ہم لوگ الٹا کرتے ہیں کیوں؟ یہ اس لئے کہ آزادی کا زمانہ ہے اور نکالا ہے اس کو انگریز نے یعنی اولاً حالات میں برہنہ سر کی عادت ڈالی پھر نماز میں بھی وہی طریقہ جاری ہوگیا یعنی نماز میں تو ہمارے یہاں کے بچے بوڑھے سب ٹوپی تلاش کرتے تھے لیکن چونکہ انگریز ننگے سر رہتا تھا اس کی تقلید کی گئی کہ لوگ ننگے سر رہنے لگے، پھر ہوتے ہوتے یہ چیزیں اتنی بڑھیں کہ اکثر نماز میں بھی ننگے سر رہنے لگے۔

اس کا میں آپ کو قصہ سناؤں میں نے کبھی اس کیفیت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو دیکھا نہیں تھا، ایک بار میری مسجد (مسجد مینا شاہ کٹرہ) میں عصر کے بعد اسی قسم کے ایک جنٹلمین جو بظاہر اسٹوڈنٹ معلوم ہوتے تھے آئے، میں نے دیکھا کہ تنہا نماز پڑھ رہے ہیں اور بالوں کو خوب سنوارے ہوئے ہیں، میں چار زانو جم کر ان کے پیچھے بیٹھ گیا اور جب وہ نماز پڑھ چکے تو میں نے کہا ''یہ فیشن نماز میں بھی'' حالانکہ مجھے اس طرح نہیں کہنا چاہئے تھا، جب میں نے غصہ سے کہا تو تواضع سے کیسے جواب دیتے، کہنے لگے آپ سے تو یہ نہ ہوسکا کہ رومال سے میرا سر ڈھک دیتے اور آپ غصہ دکھا رہے ہیں، میں نے کہا تمہارا سر کیسے ڈھانک دوں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سو روپیہ گز کا پتلون پہنے ہو، سو روپے گز کا کوٹ پہنے ہوئے ہو اور دو پیسے کی ٹوپی میسر نہیں ہوتی، تم اس طرح عادی ہو تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں ہے، اس لئے میں نے تمہارا سر نہیں ڈھکا، اتنا میں نے کہا تو بہت خفا ہوئے اور مارے غصے کے لال ہوگئے کہنے لگے ''نہ ہوا علی گڑھ'' مجھے بھی غصہ تھا میں نے کہا کہ ''نہ ہوا دیوبند'' آواز ان کی بھی تیز ہوگئی، مسجد

کے نیچے سے لوگ سن رہے تھے جو نماز سے فارغ ہو کر بالائی منزل سے بھی نیچے گئے تھے، کچھ ابھی مسجد میں ہی تھے، انہوں نے بھی سنا، بیچارے مارے لحاظ کے پاس نہیں آئے، کیونکہ میں ان کو کہہ رہا تھا لیکن وہ صاحب جب نیچے گئے تو ابرار حسین صاحب، محترم سید حسین صاحب ایڈیشنل کمشنر کے بڑے بھائی نیز سید اسرار حسین صاحب، ان کے دوسرے بھائی، ان سب حضرات نے ان کو بہت ملامت کیا، یہ صاحب انہی کے مہمان تھے، ان سے کہا کہ تم اتنا بھی خیال نہیں کرتے، ہر شخص سے بھڑ جاتے ہو، جاؤ معافی مانگو، تمہارے اندر ذرا بھی سلیقہ نہیں، خیر اس وقت تو نہیں آئے پھر دوسری نماز میں آئے بڑی اعلیٰ درجہ کی ٹوپی پہن کر آئے بال دار، میں بولا نہیں، پھر میرے پاس آئے کہنے لگے کہ معاف کیجئے گا میں اچھا نہیں تھا کہ آپ کون ہیں، میں نے کہا کہ مجھے سمجھنے کی ضرورت نہیں، خیر اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے ٹوپی پہن لی۔

تو جب فضیلت صافے پر ہے تو صافے پر سے اترے آدمی تو ٹوپی پر تو آوے، آپ کو یاد ہو گا یا سنا ہو گا کہ اذان میں اللہ کے نام جس وقت کان میں آواز پڑتی ہے تو ہمارے گھر کی بوڑھیاں جلدی جلدی سر ڈھک لیتی تھیں اور کسی کو ننگے سر اگر دیکھا جاتا تھا تو عام آدمی بھی ٹوک دیتا تھا کہ اذان ہو رہی ہے، سر ڈھانک لو، آج یہ سب چیزیں ختم ہو گئی ہیں، عظمت چونکہ دل سے نکل گئی ہے اس لئے یہ سب چیزیں ختم ہو گئیں۔

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز بیعت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا موقع ہوا، ہم لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت سو رہے تھے، دوپہر میں قیلولہ فرما رہے تھے جیسے ہی اذان کی آواز ان کے کان میں پڑی فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے یعنی ابھی کلمہ اللہ اکبر پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑا وغیرہ سنبھالنے لگے، آستین ٹوپی وغیرہ)

تو جن حضرات کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد رہتی ہے تو عظمت ان کے ساتھ رہتی ہے اور میں ایک بہت بڑی دلیل آپ کو بتاؤں جو مجھے ابھی سے ملی ہے، اسی حج میں اس کی برکت اللہ تعالیٰ آپ کو عنایت فرمائے، وہ دلیل یہ ہے کہ جب احرام سے پہلے

آدمی دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو بتایئے کس طرح پڑھتا ہے؟

وہی کفنی سر پر اوڑھ کر نماز پڑھی جاتی ہے، تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ ان دو رکعتوں میں کفنی سر پر رہے اور جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ اور نیت کر رہے ہو تو فوراً اسے ہٹا دو، یہ عاجزی وانکساری اور عشق کا تقاضا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ اس سے پہلے معمول یہی تھا کہ نماز میں سر ڈھکا رہے اور مناسب بلکہ ضروری یہی ہے کہ معمول کے خلاف نہ کرو، اس سے پہلے معمول یہی ہے کہ سر ڈھانک کر نماز پڑھنا ہے، اب باقی رہا علماء کا فتویٰ دینا، میں یہ کہتا کہ صحیح نہیں ہے، ان کے ذمہ شریعت کی حفاظت بھی ہے، وہ شریعت کی حفاظت کے پیش نظر یہ فتویٰ نہیں دے رہے ہیں:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف، رکوع ۳)

صاف الفاظ میں موجود ہے، برہنہ سر نماز زینت کے خلاف ہے اور اگر کوئی فتویٰ دیتا ہے تو بڑی تفصیل کے ساتھ اس کو فتویٰ دینا چاہیے۔

آپ نے پڑھا ہوگا کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لوگ بعض اوقات خاموش رہتے ہیں، بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ بولنا ضروری ہوتا ہے اور وہ خاموش رہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ صاحب دل شکنی ہوگی، اس لئے میں نے کچھ نہیں کہا، حضرت فرماتے ہیں کہ ان کی تو دل شکنی ہوگی بولنے میں اور خاموشی میں ہمارے دین شکنی ہوگی، تو اب دل شکنی اہم ہے یا دین شکنی اہم ہے، اس لئے بولنا ضروری ہے، نہ بولنے ہی سے تو آزادی آتی ہے اور اس حد تک آزادی پہنچ گئی ہے، قرآن شریف میں آیا ہے کہ

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ

(الاحزاب، رکوع ۴)

تو اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ گھر میں دین کا چرچا لازمی ہے، اگر دین کا چرچا نہیں ہوگا تو پھر دین کا گھر میں اثر نہیں رہے گا، دین کا چرچا ہونا ضروری ہے۔

میرے خیال میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا

ترجمہ چرچا سے کیا ہے۔ "وَاذْكُرْنَ" چرچا کرتی رہا کرو، سنتی رہا کرو اور ایک یہ ہے کہ چرچا کرتی رہا کرو، کیا معنی؟ یعنی بات بات میں روک ٹوک، بات بات میں روک ٹوک، لیکن سب اخلاق کے ساتھ، ساری روک ٹوک اخلاق کے ساتھ ہو، اخلاق کے ساتھ ہی بیں اثر پڑتا ہے، اس موقع پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات یاد آئی: ایک صاحب انگلینڈ سے پڑھ پڑھا کر آئے اور وہاں کی تہذیب بھی سیکھ کر آئے "ول" اور خدا جانے کیا کچھ بولنے لگے، اور جب آئے تو اپنے باپ سے بھی اسی قسم کی بات کی، بجائے "والد صاحب" کے کہا "ول فلاں تم اچھے ہو" حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ میں یہ بیان کیا، اتفاق سے مولانا کے وعظ میں وہ لوگ بھی موجود تھے، باپ بیٹے دونوں وعظ کے اندر تھے، بعد میں حضرت کو پتہ چل گیا، اب یہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت کا اخلاق کتنا وسیع تھا، جب پتہ چل گیا تو فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ بھی موجود ہیں تو میں وعظ میں اس طرح نہ کہتا، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی کہ وہ لوگ شرمندہ ہوئے ہوں گے، یہ اور بات ہے وہاں دوسری بات ہے

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا

اے ایمان والو بچاؤ اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اے امیر المومنین کس طرح بچائیں، کس طرح بچائیں، اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو دنیاوی فتنوں اور خرافات باتوں سے؟ فرمایا کہ "دین سکھا کر، دین سکھا کر" یہ وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ

میں فرمایا ہے

انسان کی موت وحیات آزمائش کے لئے ہے

خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

(الملک، رکوع ۱)

معلوم یہ ہوا کہ موت اور حیات ہمارے امتحان کے لئے پیدا ہوئی ہے، امتحان ہمارا یہی ہے کہ اللہ کے دین کی اشاعت اپنی زندگی میں اور دوسروں کی زندگی میں کرتے رہیں، اس سے جو جتنا زیادہ اثر لے سکتا ہے وہی کامیابی حاصل کر سکے گا، جتنا اثر لے گا اتنا ہی کامیاب ہوگا:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

اسی لئے ایک جگہ قرآن پاک میں آیا ہے:

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف، رکوع ۲۰)

ہماری عبادت، نماز وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں "نسک" کے معنی عبادات کے بھی ہیں اور حج کے بھی آتے ہیں، ہماری عبادتیں ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں۔ "ان صلاتی" کہہ کر نماز کو الگ کر دیا۔ عبادت وہ بھی ہے مگر تمام عبادتوں میں اس کو سب سے زیادہ اہمیت ہے، اس لئے اہمیت کی وجہ سے اس کو علیحدہ بیان کیا ہے اور ہماری حیات و موت یعنی کل زندگی اللہ لاشریک کے لئے ہے، مومن کی حیات و موت جب اللہ کے لئے ہے تو اللہ کے لئے ہونے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ ہر وقت خود بھی یہ دیکھے کہ اللہ کی مرضی کے مطابق کون سا راستہ ہے اور اس کی مرضی کس میں ہے، جہاں انسان چوکا اور اللہ کی مرضی کا خیال نہ کیا، بس فیل ہو گیا "خلق الموت والحیوۃ" انسان آزمائش میں ہے، میں نے جو کچھ عرض کیا بس اس کا خلاصہ یہ ہے: "الدین کلہ ادب"۔

ہم جب اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں تو ہم اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے "تعالیٰ" کہتے ہیں، "تبارک و تعالیٰ" کہو، "سبحان اللہ" کہو، اللہ بزرگ و برتر کی عظمت ظاہر کرو، اس کی عظمت دل میں بھی ہو اور زبان سے بھی ظاہر کرو، اگر زبان سے ظاہر نہ ہو تو دل میں جو چیز ہے، وہ معتبر نہیں ہے اگر وہ چھلک کر اوپر نہ آجائے معتبر نہیں ہے، اس کی ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، حضرت

مولانا عبدالمجید بچھرایونی رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلفاء میں سے تھے اور معاف کرنا تو جانتے ہی نہ تھے یعنی سامنے کہہ دینا، نصیحت کرنا اور ہدایت کرنا ان کا خاص طرز تھا، لوگوں نے اس عادت سے متعلق حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ان کا مزاج ایسا ہے، مولانا نے فرمایا ''ایسے لوگ بھی ہونے چاہئیں'' مولانا بچھرایونی ایک مرتبہ الٰہ آباد آئے اور ایک صاحب کے ساتھ جارہے تھے، ان صاحب کا نام شاکر خان تھا، انہوں نے خود یہ واقعہ بتایا، کہنے لگے دور سے ایک صاحب آتے ہوئے نظر آئے تو میں نے آں (مولانا بچھرایونی رحمۃ اللہ علیہ) سے کہا حضرت ان کے دل میں آپ کی بڑی محبت ہے، خاموش رہے جب وہ صاحب ان کے پاس سے گزرے تو ان پر ہیبت طاری ہوگئی یا کیا ہوا؟ کیا بات ہوئی کہ انہوں نے مولانا کو سلام تک نہیں کیا، جب وہ آگے نکل گئے تو مولانا نے فرمایا: کیوں جی تم تو یہ کہہ رہے تھے کہ ان کے دل میں تمہاری بڑی محبت ہے اور انہوں نے سلام تک نہ کیا۔ شاکر خان نے تعجب سے کہا: پتہ نہیں کیا ہوا، کیوں نہیں سلام کیا۔

حضرت فرمانے لگے وہ بھی محبت کیا ہے جو چھلک کر اوپر نہ آجائے، خالی دل میں ہو تو کیا حاصل، فرمایا جو اندر ہوگی وہ اوپر ضرور آئے گی، لبریز ہوگا برتن تو چھلک کر اوپر آجائے گا، کچھ نہ کچھ تو اثر ہوتا ہے، گھڑے میں ٹھنڈا پانی رکھ دیجئے، اوپر سے دیکھ لیجئے گھڑا ٹھنڈا ہوگا، گرم پانی رکھ دیجئے اوپر سے دیکھئے گھڑا بھی گرم ہوگا، جو اندر ہے اس کا اثر باہر آنا بھی ضروری ہے، یہ ساری چیزیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی قلب میں کمی ہے، ہمارے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ عظمت کی کمی ہے، پھر میں اپنے اسی بیان کی طرف لوٹتا ہوں کہ اللہ جل شانہ اور اس قسم کے دوسرے احترامی الفاظ سب کے ہم مامور ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام جب آئے تو اس طرح لیا جائے اور ایسے بیٹھ جاؤ ایسے مؤدب ہو جاؤ، حضور ﷺ کی عظمت کیا ہے کہ درود شریف پڑھو، کچھ نہ ہو تو ایک ہی دفعہ پڑھو، یہ واجب قرار دے دیا گیا ہے، صحابہ کرام کا نام آئے تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتایا ہے کہ ''رضی اللہ عنہ'' کہو۔ بزرگانِ

دین کا نام آئے تو "رحمۃ اللہ علیہ" کہو، "قدس سرہ" کہو۔ یہ ساری چیزیں ہمیں بتاتی ہیں کہ اصل چیز جو ہے وہ عظمت ہے، دل میں اہتمام نہ کیا گیا، نماز میں عظمت پیدا کرنے کا تو یہ بڑے خسارے کی بات ہے، آپ نے پڑھا ہوگا دو فرشتے ہر انسان پر مسلط ہیں ایک ادھر (دائیں طرف) ایک اُدھر (بائیں طرف) ہوتا ہے اور ہمارے اعمال کو لکھا کرتے ہیں، اب اگر نماز ٹھیک سے پڑھی، اہتمام سے پڑھی کہ وساوس اور خطرات نہ آئیں، باوجود اہتمام کے آگئے وہ دوسری بات ہے تو ایسی نماز دربارِ الٰہی میں لے کر پہنچتے ہیں اور وہ قبول ہو جاتی ہے اور جس نماز کو اہتمام کے ساتھ نہ ادا کیا قصداً خود ہی ادھر ادھر خیال لے گیا، اہتمام نہ کیا روکنے کا تو اس کا عذاب تو ہوگا۔ معلوم یہ ہوا کہ عظمت کے خلاف کیا گیا ہے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایسی نماز لپیٹ کر فرشتے منہ پر مار دیتے ہیں بس عطا ہے تو یہ تعالےٰ تو۔

اب قیامت کے دن مولوی صاحب کا فتویٰ کام نہ دے گا، مولوی صاحب یہ کہہ دیں گے کہ اس کی نماز ہوگئی، کوئی جا کر کے عالم سے پوچھے کہ اس کی نماز ہوگئی؟ اس نے ٹھیک سے وضو کیا، طہارت بھی کی، جگہ بھی پاک تھی لیکن دل ادھر ادھر رہا، خشوع وخضوع نام کو بھی قریب نہیں آیا، اس کی نماز ہوگئی کہ نہیں، مولوی صاحب کہیں گے نماز تو ہوگئی اور وہاں منہ پر لپیٹ کر فرشتوں نے مار دیا تو یہ مولوی صاحب کا فتویٰ کام نہیں دے وہ تو ایک ظاہر صورت تھی، یہاں یہ ہے کہ اب یہ توبہ کرے، استغفار کرے، معافی مانگ لے، اللہ تعالیٰ سے کہ یا اللہ بڑی غلطی ہوئی، کوتاہی ہوئی، معافی چاہتا ہوں، تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے یہاں گویا قبول کرا دیا جاتا ہے، یہ بہت بڑی چیز ہے، بہت ضروری چیز ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں بٹھائی جائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بشکریہ البلاغ، کراچی، نومبر ۱۹۸۸ء

استفتاء:

بغیر پگڑی کے صرف ٹوپی پہننے کا شرعی حکم

(دارالافتاء جامعہ دارالعلوم، کراچی کا پہلا فتویٰ)

محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے مکتوبات، ملفوظات وخطبات کا خلاصہ (حضرت ہی کے الفاظ میں) "دوائے دل" کے نام سے مرتب کیا ہے جس کے صفحہ نمبر ۵۷ پر ملفوظات کمالات اشرفیہ کے حوالہ سے درج ذیل ملفوظ موجود ہے:

تواضع اہم ہے، کسی نے اپنا حال لکھا تھا کہ عمامہ باندھنا خصوصاً جمعہ وعیدین میں بوجہ حیا وخجلت ترک کیا جاوے یا نہیں۔ ترکِ سنت کی وجہ سے حیا کو ترجیح دینے کی ہمت نہیں ہوتی۔ جواب میں فرمایا کہ یہ سنن مقصودہ نہیں پھر دوسری طرف تواضع بھی مسنون ہے جس کے بعض افراد واجب بھی ہیں تو مقصودیت کی شان تواضع میں زیادہ ہے بہ نسبت عمامہ کے۔

آنجناب سے گزارش ہے کہ درج بالا ملفوظ پر کچھ تشریحی کلمات تحریر فرمادیں کیونکہ عمامہ کے بارے میں نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگوں میں کافی اصرار والتزام پایا جاتا ہے۔

آپ کی تحریر سے شرعی مسئلہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ حضرت رحمہ اللہ کے ذوق کی بھی وضاحت ہوجائے گی۔

افادۂ عام کے لئے آپ کی تحریر کو اپنے ماہنامہ "مجاہدین اسلام" میں بھی شائع کر دیا جائے گا، امید قوی ہے کہ "مجاہدین اسلام" بھی آپ کی نظر سے گزرا ہوگا، تاہم ان

کے چند شمارے نئی کتاب ''دوائے دل'' کے ساتھ آپ کی خدمت میں ارسال ہیں۔

احقر محمد اسحاق عفی عنہ

ملتان

الجواب حامداً و مصلیاً

الحمد لله رب العالمين، والصلوة و السلام على رسوله الكريم، و على آله و اصحابه اجمعين، و على كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين

حقیقت یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے عمامہ کے بارے میں جو کچھ اس ملفوظ میں ارشاد فرمایا ہے وہی صحیح اور معتدل موقف ہے، یقیناً حضور نبی کریم ﷺ سے عمامہ باندھنا ثابت ہے، لہٰذا اس سنت کی اتباع میں عمامہ باندھنا باعث اجر اور خیر و برکت کا سبب ہے، لیکن جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ نے فرمایا، یہ سنن مقصودہ میں سے نہیں ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ سے ٹوپی پہننا بھی متعدد روایات سے ثابت ہے اور بعض حضرات نے جو کہا ہے کہ عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہونے کی بنا پر مکروہ ہے (كما نقله العلى القارى عن بعض العلماء فى مرقاة المفاتيح ج ۸ ص ۱۴۶، كتاب اللباس) اس کی بنیاد پر حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

فرق ما بيننا و بين المشركين العمائم على القلانس

ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عماموں سے ہوتا ہے۔

اس کا مطلب ان بعض حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ مشرکین صرف ٹوپیاں پہنتے ہیں، اور مسلمان ٹوپیوں پر عمامہ بھی پہنتے ہیں، لیکن اول تو یہ حدیث ضعیف ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ نے اس کو روایت کرنے کے بعد فرمایا ہے:

هذا حديث حسن غريب، و اسناده ليس بالقائم

اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث ذکر کی ہے، لیکن وہ بھی انہی ابو الحسن عسقلانی اور ابو جعفر بن محمد ابن رکانہ سے مروی ہے جس سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث روایت کی ہے اور یہ دونوں راوی مجہول ہیں، اور حافظ منذری رحمہ اللہ نے اسی لئے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے امام ترمذی رحمہ اللہ کے تبصرے پر اعتماد کیا ہے۔ (تلخیص المنذری، ج ۶ ص ۲۵)

دوسرے اس حدیث کا مطلب علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ مشرکین عماموں کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے، اور مسلمان عماموں کے نیچے ٹوپی پہنتے ہیں۔

أي الفارق بيننا أنا نحن نتعمم على القلانس وهم يكتفون بالعمائم (الکاشف عن حقائق السنن الطیبی ص ۲۱۶، ج ۸)

یعنی ہمارے اور ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامے پہنتے ہیں اور وہ صرف عماموں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے شراح حدیث سے بھی حدیث کی یہی تشریح نقل فرمائی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ص ۲۷۱، ج ۸ کتاب اللباس) اس کے برعکس یہ تشریح کہ مشرکین عمامہ نہیں پہنتے صرف ٹوپی پہنتے ہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جزری کے حوالے سے بعض نا معلوم علماء سے نقل کی ہے، اور معلوم علماء میں سے صرف میرک رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا ہے، اور غور کرنے سے یہ تشریح صحیح معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ اول تو مشرکین عرب میں عمامے کا رواج تھا بلکہ یہ ان کا شعار سمجھا جاتا تھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجواد علی ص ۴۸ تا ۵۲ جس میں وہ کہتے ہیں کہ "و العمامة هي فخرهم و عزهم و أفخر ملبس يضعونه على رؤسهم" اور آخر میں لکھتے ہیں: "و جعلوا العمامة شعارا للعرب و رمزا لهم، اذا زال زالت عروبتهم" تیسرے اس تشریح سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے کہ عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے میں مشرکین سے مشابہت ہے اور اس لئے وہ مکروہ ہے یہ اس لئے درست نہیں

کہ متعدد روایات میں خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا صرف ٹوپی پہننا بھی مروی ہے مثلاً:

(۱)...... صحیح بخاری میں حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول تعلیقاً نقل کیا گیا ہے:

ان أصحاب رسول الله ﷺ كانوا يسجدون و أيديهم في ثيابهم، و يسجد الرجل منهم على القلنسوة و عمامته (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب السجود علی الثوب، ص ۵۶ ج ۱)

مصنف عبدالرزاق میں یہ اثر موصولاً تقریباً انہی الفاظ سے مروی ہے۔ (فتح الباری، ص ۴۹۳، ج ۱)

(۲)...... متعدد محدثین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہاد میں شہید ہونے والوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں، اور پہلی قسم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا درجہ اتنا اونچا ہوگا کہ لوگ ان کی طرف اس طرح سر اٹھا کر دیکھیں گے یہ کہہ کر آپ نے سر اتنا بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی گر گئی، راوی کہتے ہیں کہ مجھے اس میں شک ہے کہ ٹوپی آنحضرت ﷺ کی گری یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کرتے ہوئے سر اٹھایا اور ان کی ٹوپی گری۔ (جامع ترمذی، ص ۲۹۳ ج ۱۔ مسند احمد ص ۲۲، ج ۱)

(۳)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے معجم طبرانی میں مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ كان يلبس قلنسوة بيضاء (مجمع الزوائد، ج ۵ ص ۱۲۱، حدیث ۸۵۰۵)

اس پر علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ: فيه عبد الله بن خراش وثقه ابن حبان، وقال: و ربما أخطأ و ضعفه جمهور الأئمة و بقية رجاله ثقات لـ اس کے بعد انہوں نے یہی حدیث ایک اور ضعیف سند سے نقل کی ہے جو عبداللہ بن خراش کی متابعت کرتی ہے

(۴)...... علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے:

أجود إسناد في القلانس ما رواه أبو الشيخ عن عائشة: كان يلبس القلانس في السفر ذوات الآذان و في الحضر و المضمرة، يعني الشامية (اتحاف السادة المتقين، ج ۷ ص ۱۲۹)

ٹوپیوں کے بارے میں سب سے اچھی سند کی روایت وہ ہے جو ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے کہ آپ سفر میں کانوں والی ٹوپیاں پہنتے تھے، اور حضر میں (بغیر کانوں کی) شامی ٹوپیاں۔

ظاہر یہی ہے کہ ان روایات میں آپ کے ٹوپی پہننے کا جو ذکر ہے وہ بغیر عمامے کے ہیں، چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و كان يلبسها و يلبس تحتها القلنسوة، و كان يلبس القلنسوة بغير عمامة (احیاء العلوم مع شرح الزبیدی، ج ۷ ص ۱۲۹ و زاد المعاد ج ۱ ص ۱۳۵ فصل فی ملابسہ ﷺ)

اور آنحضرت ﷺ عمامہ پہنتے تھے اور اس کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے۔

اس کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے صرف ٹوپی پہننا بہت سی روایات میں بدرجہ استفاضہ مروی ہے، جن میں حضرت وابصہ بن معبد، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، حضرت علی بن حسین، حضرت ضحاک اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہم اللہ داخل ہیں۔ (ملاحظہ ہو سنن ابی داود، باب الصلاۃ علی عصا، ج ۱ ص ۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۸ ص ۲۱۲ فی لبس القلانس۔ طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۱۶۱)

اگر بغیر عمامے کے صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا لباس ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوتا تو یہ حضرات اس سے بچنے کا اہتمام کرتے، بلکہ یہ کراہت مشہور و معروف ہونی چاہیے تھی حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے ایسی کوئی بات منقول نہیں ہے۔

لہٰذا صرف ٹوپی پہننے کو مکروہ سمجھنا درست نہیں ہے، اور یہ حکم خارجِ نماز اور داخلِ نماز یکساں ہے، بعض حضرات اس سلسلے میں ایک فقرہ حدیث کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ:

صلاۃ بعمامة تعدل خمسا و عشرین صلاۃ بلا عمامة، و جمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة، و الصلاۃ فی العمامة بعشرۃ آلاف حسنة

یعنی عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا عمامہ کے بغیر پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ بغیر عمامہ کے ستر جمعوں کے برابرا ہے، اور عمامہ میں نماز پڑھنا دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

لیکن یہ حدیث موضوع ہے اور متعدد محدثین نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے المقاصد الحسنہ (ص ۲۶۳ نمبر ۲۶۴) میں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے الموضوعات الصغری (ص ۸۷ نمبر ۱۷۷) میں اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے الفوائد المجموعہ (ص ۱۸۷، کتاب اللباس والختم نمبر ۳) میں اسے موضوع قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عمامہ پہننا حضور نبی کریم ﷺ کی سنت عادیہ ہے اور اس سنت کی اتباع کی نیت سے عمامہ پہننا باعثِ اجر و فضیلت ہے، لیکن اسے واجب سمجھنا یا اس کے بغیر صرف ٹوپی میں نماز پڑھنے یا پڑھانے کو مکروہ سمجھنا صحیح نہیں ہے البتہ جو شخص عمامہ کے بغیر باہر نکلنے یا مجمع میں جانے سے پرہیز کرتا ہو اس کے لئے بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا بے شک مکروہ ہے۔ اور یہی موقف ہمارے تمام بزرگوں کا رہا ہے، حضرت گنگوہی قدس سرہ نے فتاویٰ رشیدیہ میں یہی موقف اختیار فرمایا ہے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ (ج ۱ ص ۲۵۶) میں کئی سوالات کے جوابات میں یہی فرمایا، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ دار العلوم دیوبند (ص ۹۷، ص ۱۲۰ ج ۴) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الاحکام (ج ۱ ص ۵۲۲) میں اور حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ

اللہ علیہ نے کفایۃ المفتی (ج ۳ ص ۱۱۵) میں بھی کم وبیش یہی احکام بیان فرمائے ہیں :-

"چونکہ آنحضرت ﷺ کی ہر سنت، خواہ وہ مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ، ایک محب کے لئے قابلِ اتباع اور باعثِ خیر و برکت ہے، اس لئے بہت سے علماء اور اہل اللہ عمامہ کا اہتمام کرتے آئے ہیں، حضرات مشائخ نقشبندیہ کا اہتمام بھی اسی بناء پر ہے اور یہ اہتمام یقیناً مبارک ہے، اپنے عمل میں ایسی سنتوں کا اہتمام اور اپنے متوسلین کو ترغیب دینا چنداں قابلِ اعتراض نہیں، لیکن چونکہ بہت سے لوگوں کا انداز ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ اس سنت عادیہ کو واجب کے درجے تک پہنچا دیتے ہیں، بالخصوص نماز میں اس کو بہت ضروری سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ بغیر عمامے کے نماز کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور ہمارے بلاد میں یہ غلط فہمی بہت زیادہ عام ہوگئی ہے اس لئے ہمارے متعدد بزرگوں نے اس غلط خیال کی تردید کے لئے عمامہ کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کا جو ارشاد آپ نے اپنے خط میں نقل کیا ہے، اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مسترشد کو جواب دیا ہے، یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شیخ اپنے مسترشد کو جو مشورے دیتا ہے اس میں اس کے باطنی حالات اور دوسرے بہت سے عوامل پیشِ نظر ہوتے ہیں اور ضروری نہیں کہ جو مشورہ ایک شخص کو دیا گیا ہو وہ ہر شخص کے لئے قابلِ عمل ہو، اُن صاحب کے حق میں آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ تواضع چونکہ سنت مقصودہ اور بعض حالات میں واجب ہے اور عمامہ سنتِ غیر مقصودہ، اور ان کے حق میں دونوں میں تعارض ہو رہا تھا، اس لئے آپ نے تواضع کو ترجیح دی، اور شاید ان صاحب کو یہ غلط فہمی بھی تھی کہ عمامہ سنتِ مؤکدہ ہے اور اس کے ترک میں کراہت ہے، اس سے ان کی یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی، البتہ جہاں عمامہ اور تواضع میں کوئی تعارض نہ ہو وہاں یقیناً اتباعِ سنت کی نیت سے عمامہ پہننا افضل ہوگا، بشرطیکہ اس کے استحباب کو اسی درجہ میں رکھا جائے جس میں وہ واقعۃً ہے، اس سے آگے نہ بڑھایا جائے، کیونکہ ہمارے دین میں ہر چیز کا ایک مقام ہے اور اسی مقام کا تحفظ تفقہ فی الدین ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو

دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
محمد تقی عثمانی
۱۴۲۶/۵/۲۷ھ

استفتاء:

ٹوپی پہننے کی شرعی حیثیت

(جامعہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی کا دوسرا فتویٰ)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام بابت اس مسئلہ کے کہ آج کل ٹوپی نہ پہننے کا رواج عام ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں تو یہ رواج دوسروں کے مقابلے میں اور زیادہ ہے بلکہ بعض حضرات ٹوپی پہننا باعث عار سمجھتے ہیں، اور اب صورتحال یہ ہے کہ ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جن کے پاس سرے سے ٹوپی ہی نہیں ہے، پہننا تو دور کی بات ہے، پھر بعض حضرات نماز میں بھی ٹوپی استعمال نہیں کرتے اس سلسلے میں جو باتیں زبان زدعام ہیں، وہ یہ ہیں کہ ٹوپی حدیث سے کہاں ثابت ہے؟ یہ تو مولویوں کا کام ہے انہوں نے دین میں خواہ مخواہ سختی کر رکھی ہے، ورنہ ٹوپی پہننا کوئی گناہ نہیں ہے، نیز بغیر ٹوپی نماز پڑھنے سے بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا، عرب ممالک جہاں قرآن نازل ہوا وہاں بھی اکثر لوگ بغیر ٹوپی نماز ادا کرتے ہیں، اگر یہ کوئی گناہ ہوتا تو وہاں کے لوگ ایسا نہ کرتے۔

اس صورتحال کے پیش نظر آپ حضرات سے گزارش ہے کہ شرعی دلائل کی روشنی میں ٹوپی کی حیثیت کو واضح فرمائیں، بہت شکریہ۔ (محمد اسعد، لانڈھی، کراچی)

الجواب

عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اور نماز کے علاوہ عام حالات میں بھی عمامہ یا

ٹوپی پہننا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا اور آج تک دیندار مسلمانوں میں یہ طریقہ چلا آرہا ہے اور اسی لئے سر پر ٹوپی یا عمامہ استعمال کرنا اسلامی لباس کا شعار ہے اور یہی اسلامی تہذیب ہے اس کے برخلاف ننگے سر رہنا انگریزوں کی تہذیب ہے جو اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہے لہذا یہ کہنا کہ "ٹوپی پہننا حدیث سے کہاں ثابت ہے؟ یہ تو مولوی کا کام ہے انہوں نے خواہ مخواہ دین میں سختی کر رکھی ہے" محض غلط اور جہالت کی بات ہے جس سے بچنا چاہئے اور انگریزی تہذیب کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب کو اختیار کرنا چاہئے۔

اور ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کبھی اتفاق سے بغیر ٹوپی نماز پڑھ لے اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنانا مکروہ تنزیہی ہے اور (نعوذ باللہ) اگر نماز کی توہین کرنے کے ارادہ سے ٹوپی اتار کر کوئی نماز پڑھتا ہے تو یہ کفر ہے، آج کل جو لوگ ننگے سر رہتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھتے ہیں ان کا فعل بلاشبہ مکروہ تنزیہی اور اسلامی شعار کے خلاف ہے جس سے ان کو بچنا چاہئے اور ٹوپی یا عمامہ پہننے کو اپنے لئے باعث عار سمجھنے کے بجائے اس کے پہننے کا اہتمام کرنا چاہئے، عرب کے عام لوگوں کا بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا کوئی شرعی دلیل نہیں ہے لہذا ان کے فعل کی بنیاد پر ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنانا درست نہیں، عرب کے دیندار اور علماء حضرات ٹوپی اور عمامہ کے ساتھ ہی نماز ادا کرتے ہیں۔

عمامہ اور ٹوپی پہننے پر احادیث و آثار ذیل میں آرہے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بعض روایات سے رسول اللہ ﷺ کے پاس تین طرح کی ٹوپیاں ہونا ہے ایک قسم وہ تھی جو سر کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی تھی، دوسری وہ تھی جو سر سے کسی قدر اونچی ہوتی تھی، جب کہ تیسری قسم کی ٹوپی مذکورہ دونوں قسم کی ٹوپیوں سے نسبۃً زیادہ بڑی اور کشادہ ہوتی تھی کہ کان بھی اس سے ڈھک جاتے تھے، اور ٹوپیاں کبھی عمامہ کے نیچے بھی پہنتے تھے اور کبھی بغیر عمامہ بھی پہنتے تھے۔

فی کتاب الوسیلة للموصلی (٦/ ٦: ١)

☆عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنھما قال كان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یلبس قلنسوة بیضاء (ذكره العزیزی فی السراج المنیر شرح الجامع الصغیر (٤/ ١٦٢)، و قال الطبرانی عن ابی عمر باسناد حسن اھ و ذكره الھیثمی ایضا فی المجمع (٥/ ١٢١) وقال رواه الطبرانی و فیہ عبداللّٰہ بن خراش و ثقه ابن حبان و قال ربما اخطا و ضعفه جمھور الائمة و بقیة رجاله ثقات ١ ھ).

☆عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا قالت كان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یلبس فی السفر القلانس ذوات الاذان و فی الحضر المشمرة تعنی الشامیة (قال الزبیدی فی اتحاف السادة المتقین (٨/ ٢٥٥): قال العراقی فی شرح الترمذی: اجود اسناد فی القلانس مارواه ابو الشیخ عن عائشة رضی اللّٰہ تعالی عنھا "كان یلبس فی السفر القلانس الخ" اھ و یلاحظ ایضا فی فیض القدیر (٥/ ٢٤٦) اھ)

☆عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنھما قال كان النبی ﷺ ثلاث قلانس، قلنسوة مصریة بیضاء و قلنسوة برده حبرة، و قلنسوة ذات اذان یلبسھا فی السفر و ربما وضعھا بین یدیہ و یصلی الیھا (ذكره الفتنی فی كتابه تذكرة الموضوعات (ص ١٥٥) بلفظ "كان له صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلاث قلانس قلنسوة مضروبة و قلنسوة برده حبرة و قلنسوة ذات اذان یلبسھا فی السفر، فربما وضعھا بین یدیہ اذ صلی" و قال: ضعیف ١ ھ انظر ایضا اتحاف السادة المتقین للزبیدی (٨/ ٢٥٤) ١ھ)

☆عن جریر بن عثمان قال: لقیت عبداللّٰہ بن بسر رضی اللّٰہ عنه فقلت: اخبرنی! قال رأیت رسول اللّٰہ ﷺ و له قلنسوة طویلة و قلنسوة ذوات اذان و قلنسوة لاطیه (انظر: سبل الھدی و الرشاد للعلامة محمد الشامی المتوفی ٩٤٢ ھ (٧/ ٢٨٤))

☆فی کنز العمال (۱۲۱/۷) کان یلبس القلانس تحت العمائم و بغیر العمائم و یلبس العمائم بغیر القلانس، و کان یلبس القلانس الیمانیة و هن البیض المضربة و یلبس ذوات الآذان فی الحرب و کان ربما نزع قلنسوة فجعلها سترة بین یدیه و هو یصلی (انظر: اتحاف السادة المتقین للزبیدی المتوفی ۱۲۰۵ ھ (۲۰۴/۸) و فیض القدیر للمناوی (۲۴۶/۵) آھ (یعقوب))

☆عن ابی یزید الخولانی انه سمع فضالة بن عبید یقول سمعت عمر بن الخطاب یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول: الشهداء اربعة، رجل مؤمن جید الایمان لقی العدو فصدق الله حتی قتل فذلک الذی یرفع الناس الیه اعینهم یوم القیامة هکذا، و رفع رأسه حتی وقعت قلنسوة الحدیث رواه الترمذی فی جامعه (۲۹۴/۱) و قال هذا حدیث حسن غریب ۱ھ

☆عن ابی کبشة قال کان کمام اصحاب رسول الله ﷺ بطحا رواه الترمذی (۳۰۸/۱) و قال هذا حدیث منکر ۱ھ

☆قال العلامة علی القاری فی المرقاة (۲۰۴/۸) (قوله کمام) بکسر الکاف جمع کمة بالضم کتاب و قبة و هی القلنسوة المدورة سمیت بها لانها تغطی الراس (قوله بطحا) بضم الموحدة فکسون ......

جمع بطحاء ای کانت مبسوطة علی رؤسهم لازقة غیر مرتفعة عنها ا ھ

☆و قال العلامة ابن حجر فی الفتح الباری (۲۷۲/۱۰) باب البرانس) اخرج الطبرانی من حدیث .... قال کسانی رسول الله ﷺ برنسا فقال البسه و قال ابن حجر: و فی مسنده من لا یعرف اھ

☆ و فی صحیح البخاری (۱/۵٦) و قال الحسن: کان القوم یسجدون علی العمامة و القلنسوة ......

☆ وفی المصنف لعبد الرزاق (۱/۱۹۰) عن سعید بن عبدالله ابن ضرار قال رأیت .... الخلاء ثم خرج و علیه قلنسوة بیضا...... قال الثوری: و القلنسوة بمنزلة العمامة

☆ و فیه ایضا (۱/۴۰۰) عن أبی الضحی أن شریحا کان یسجد علی برنسه و عبدالرحمن بن یزید کان یسجد علی عمامته

☆ و فی شرح المناوی علی الشمائل علی هامش جمع الوسائل للقاری (۱/۱٦۵) و لا بأس یلبس القلنسوة ...... بالرأس و المرتفعة المضربة و غیرها تحت العمامة و بلا عمامة لأن ذلک کله جاء عن .... بعضهم ما اعتید فی بعض الاقطار من ترک العمامة من اصلها و تمییز علماء هم بطیلسان علی قلنسوة بیضاء لکن الافضل العمامة

☆ فی الهندیة (۵/۳۳۰) و لا بأس بلبس القلانس و قد صحّ انه علیه السلام کان یلبسها و کذا فی الدر المختار (٦/۷۵۵)

☆ و فی الخلاصة (۴/۳٦۹) و لا بأس یلبس القلانس و قد صحّ انه کان لرسول الله صلی الله علیه و سلم قلانس یلبسها ا ھ

☆ فی ضیاء القلوب مع خلاصة الفتاویٰ للعلامة عبدالحی اللکھنوی رحمه الله تعالیٰ (۳/۱۵۳)

و کلاه هر دو نوع است یک لاطیه دوئم ناشزة لا طیة آن را گویند که بر متصل باشد و آنحضرت ﷺ بر سر مبارک نهاده و ناشره آن ست که متصل بسر نباشد بلکه افراشته باشد ا ھ

و فی الدر المختار (۱/٦۴۱) (و کره)هذه تعم التنزیهیة التی

مرجعها خلاف الأولى فالفارق الدليل (صلاته حاسرا) أي كاشفا (راسه للتكاسل) و لا بأس به للتذلل و اما للاهانة بها فكفر (قوله هذا تعم التنزيهيه) و يعرف ايضاً بلا دليل نهى خاص بأن تضمن ترك واجب أو ترك سنة فالأول مكروه تحريماً و الثاني تنزيهاً (قوله للتكاسل) اى لأجل الكسل بأن استثقل تغطيه و لم يرها امراً مهماً في الصلاة فتركها لذلك، و هذا معنى قولهم تهاوناً بالصلاة و ليس معناه الاستخفاف بها و الاحتقار لأنه كفر شرح المنية اهـ

والله سبحانه و تعالى اعلم

محمد یعقوب عفا اللہ عنہ

دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴

۱۴۲۱/۲/۶ھ



ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھئے

حضرت اقدس محمد عمر فاروق صاحب لوہاری، لندن

مردوں کا اپنے سر کو ڈھانپنا ایک قدیم تہذیب ہے اور سر ڈھانپنے کے لئے ٹوپی کا استعمال بھی قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے، گو ٹوپی کی کیفیات میں اختلاف ہوتا رہا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم کیا ہے "باب لبس القمیص" (ج۲ ص ۸۶۱) اس کے ذیل میں علامہ ابن بطال مالکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فیہ ان لباس القمیص من الامر القدیم و کل ما ذکر فی حدیث ابن عمر من السراویل و البرانس و غیرھا

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج۹ص۸۳)

اس باب میں اس بات کا ثبوت ہے کہ قمیص پہننا اور پاجامہ نیز ٹوپی وغیرہ پہننا، جس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہوا ہے، یہ سب قدیم امور میں سے ہیں

مردوں کا ٹوپی سے اپنے سر ڈھانپنا قدیم تہذیب ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب بھی ہے، چنانچہ ٹوپی حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے لباس کا حصہ ہے، حافظ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

القلنسوۃ من لباس الانبیاء و الصالحین (عارضۃ الأحوذی، ج۷ص۲۴۲)

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی ٹوپی پہننا ثابت ہے، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

و قد کان لہ علیہ الصلاۃ و السلام عمامۃ تسمی السحاب و یلبس تحتھا القلانس اللاطئۃ (المواہب اللدنیہ مع شرحہ الزرقانی، ج۵ص۹)

رسول اللہ ﷺ کا ایک عمامہ تھا جس کو "سحاب" کہا جاتا تھا، آپ اس عمامہ کے نیچے سر پر مڑھی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی ٹوپی کے بارے میں سب سے عمدہ سند والی وہ روایت ہے جو حافظ ابو محمد ابن حیان الملقب بابی الشیخ رحمہ اللہ نے "اخلاق النبی ﷺ" میں ذکر کی ہے، جس میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے:

ان النبی ﷺ کان یلبس من القلانس فی السفر ذوات الآذان

الأذان و فی الحضر المشمرة یعنی الشامیة (اخلاق النبی ﷺ ص ۱۰۲)

نبی کریم ﷺ سفر میں باڑ دار اونچی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں سمٹی ہوئی یعنی شامی۔

سر ڈھانپنے کے لیے رسول اللہ ﷺ جس طرح ٹوپی استعمال فرماتے تھے، اسی طرح عمامہ بھی باندھتے تھے، چنانچہ آپ اکثر ٹوپی پہن کر اس پر عمامہ باندھتے تھے نیز بغیر عمامے کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ کا استعمال فرماتے تھے، حافظ ابن القیم حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کانت له عمامة تسمی السحاب کساها علیاً و کان یلبسها و یلبس تحتها القلنسوة و کان یلبس القلنسوة بغیر عمامة و یلبس العمامة بغیر قلنسوة (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۸۲)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عمامہ تھا، جسے ''سحاب'' کہا جاتا تھا جو بعد میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا، آپ اس کو باندھتے اور اس کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے، اور کبھی رسول اللہ ﷺ بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے، اور کبھی بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ بھی زیب تن فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ سے سر برہنہ ہونا حالت احرام میں ثابت ہے اور سوائے احرام کے اچانک آپ سر برہنہ ہوئے ہیں ورنہ آپ کی عام عادت یہ تھی کہ آپ کے سر مبارک پر عمامہ یا ٹوپی بچی رہتی تھی، محدث سید محمد جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الدعامة'' میں ان احادیث کو جمع فرمایا ہے جو آپ ﷺ کے عمامہ کے ساتھ ٹوپی پہننے اور بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے کی مواظبت پر دلالت کرتی ہیں، آپ کے اس اہتمام کی وجہ سے حافظ ابن العربی رحمہ اللہ نے تو ''عارضة الاحوذی'' (ج ۷ ص ۲۴۲)

میں ٹوپی پہننے کو از قبیل سنت قرار دیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رسول اللہ ﷺ کے عادات و اطوار اور آپ کے طرز عمل کا اتباع کرتے ہوئے عام حالات میں برہنہ سر نہیں رہتے تھے، بلکہ ٹوپی یا عمامہ سے اپنے سروں کو ڈھانکتے تھے، جامع ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

الشهداء اربعة: رجل مؤمن جيد الايمان لقى العدو فصدق الله حتى قتل، فذلك الذى يرفع الناس اليه اعينهم يوم القيامة هكذا، و رفع رأسه حتى وقعت قلنسوة، فلا ادرى قلنسوة عمر اراد ام قلنسوة النبى ﷺ ـ الحديث (جامع ترمذی، ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

شہداء چار قسم پر ہیں: ایک وہ مؤمن آدمی ہے جس کا ایمان عمدہ ہو اور دشمن سے مڈ بھیڑ کے وقت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے لڑے اور شہید ہو جائے، اس آدمی (کے بلند درجات) کا حال یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن اس کی طرف اپنی نگاہ اس طرح اٹھائیں گے، یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا، یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مراد ہے یا نبی ﷺ کی ٹوپی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر ٹوپی تھی، صحیح بخاری میں ہے:

قال (اى سليمان التيمى) رايت على انس برنسا اصفر من خز (صحیح بخاری، ج ۲ ص ۸۶۳)

سلیمان تیمی رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس

رضی اللہ عنہ پر ریشم اور اون کی بنی ہوئی زرد رنگ کی ٹوپی (جو لباس ہی کا حصہ تھی) دیکھی۔

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد لبسه جماعة من الصحابة منهم ابو بكر الصديق و ابن عباس و التابعين منهم ابن ابى ليلى وغيره (ارشاد السارى، ج ۱۲ص ۵۲۳)

بالیقین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے "برنس" ٹوپی (جو لباس ہی کا حصہ ہوتی ہے) پہنی ہے، جن میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور تابعین کی ایک جماعت نے بھی یہ مخصوص ٹوپی پہنی ہے، جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ وغیرہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں "برنس" ٹوپی کا استعمال تھا، جس کو حالت احرام میں پہننے سے منع کیا گیا، صحیح بخاری میں ہے:

عن النبى ﷺ قال لا يلبس المحرم القميص و لا العمامة و لا السراويل و لا البرنس، الحديث (صحیح بخاری، ج ۱ص ۲۰۹، ج ۲ص ۸۶۴)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ محرم آدمی قمیض، عمامہ، پاجامہ اور برنس نہیں پہنے گا۔

ٹوپی کی طرح عمامہ کا استعمال بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رہا ہے، حضرت عبداللہ بن عتیک اور حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کے عمامے کا ذکر صحیح بخاری میں اور حضرت انس بن مالک، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم جیسے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمامے کا ذکر مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب احادیث میں ملتا ہے۔ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن حازم وغیرہ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم کے عمامے زیب تن کرنے اور شملہ چھوڑنے کی کیفیت تک کا بیان حدیث کی کتابوں میں ہوا ہے۔

تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں بھی عام حالات میں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانکنے کا معمول تھا، چنانچہ حضرت ابو اسحاق سبیعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی ٹوپی کا ذکر صحیح بخاری (ج ۱ص ۱۵۹) میں آیا ہے۔

ابن بطال مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال مالک: العمة و الاحتباء و الانتعال من عمل العرب، و ليس ذالک في العجم، و كانت العمة في اول الاسلام، ثم لم تزل حتى كان هؤلاء القوم قال ابن وهب: و حدثني مالک انه لم يدرک احدا من اهل الفضل يحيى بن سعد و ربيعة و ابن هرمز الا وهم يحمتون و لقد كنت في مجلس ربيعة و فيه احد و ثلاثون رجلا ما منهم رجل الا و هو معتم و انا منهم

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج ۹ص ۸۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمامہ باندھنا، گوٹ لگانا اور جوتے پہننا عرب کے عمل میں سے ہے، یہ عجم میں نہیں تھا اور عمامہ باندھنا ابتداء اسلام میں تھا، پھر یہ مسلسل رہا، تا آنکہ ابناء زمانہ بھی اسی پر قائم ہیں۔ ابن وہب فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے ارباب فضل یحیٰ بن سعید، ربیعہ اور ابن ہرمز رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کو عمامہ باندھتے ہوئے پایا اور میں ربیعہ کی مجلس میں تھا، اس میں اکتیس شرکاء مجلس تھے، ان میں سے ہر ایک عمامہ باندھے ہوئے تھا اور میں بھی ان میں سے تھا۔

سطور بالا سے مسئلہ کا ایک پہلو اور تصویر کا ایک رخ سامنے آ گیا کہ مردوں کا عام حالات میں اپنے سر کو ٹوپی یا عمامہ سے ڈھانکنے کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کا عام معمول بھی یہی تھا، خیر القرون میں بھی اس کا معمول رہا ہے اور سلف سے خلف تک یہ معمول برابر جاری ہے، اسی لئے بعض حضرات لوگوں کے سامنے مردوں کو برہنہ سر ہونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ غنیۃ الطالبین میں ہے:

ویکرہ کشف راسہ بین الناس (غنیۃ الطالبین، ج ا ص ۱۳)

کراہت کے قول میں کلام ہو تو ہو لیکن اس کے خلاف مروت ہونے میں دو رائے نہیں ہیں۔ ابن جوزی کی "تلبیس ابلیس" میں ہے:

ولا یخفی علی عاقل ان کشف الراس مستقبح وفیہ اسقاط مروۃ وترک ادب (تلبیس ابلیس، ص ۳۷۳)

کسی عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ برہنہ سر رہنا انتہائی قبیح ہے اور یہ خلاف مروت اور بے ادبی ہے۔

مسئلہ کا دوسرا پہلو اور تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ نماز کی حقیقت بارگاہ خداوندی میں حاضری ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ پورے ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہو، اور منجملہ آداب و احترام کے ٹوپی اور عمامہ سے یا دونوں میں سے کسی ایک سے سر ڈھانپنا ہے۔ دیکھئے! لباس کی دو حدیں ہیں، ایک واجب اور دوسری مستحب، قرآن مجید میں سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۶ میں لباس کو انہی دو حدوں میں تقسیم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا

اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے وہ پوشاک اتاری ہے جو تمہارے ستر کو چھپاتی ہے اور آرائش کے کپڑے اتارے ہیں۔ (الاعراف، ۲۶)

پھر آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ایک حد تو وہ ہے جس کا ڈھانکنا واجب و فرض ہے اور وہ قابل شرم اعضاء اور ان کے ملحقات ہیں اور دوسری حد آرائش کا لباس ہے، یہ بھی نماز میں مطلوب ہے، ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و الذی یظھر ان "الزینة" ھو ما یتجمل به و یتزین عند الصلاۃ، و لا یدخل فیه ما یستر العورة لان ذالک مامور به مطلقا (البحر المحیط، ج ۴ ص ۲۹۲)

ظاہر یہ ہے کہ "زینت" ہر وہ لباس ہے جس سے نماز کے وقت تجمل و تزین حاصل ہو، اور زینت میں وہ کپڑا داخل نہیں ہے جو ستر کو چھپانے والا ہو اس لئے کہ وہ تو مطلقاً مامور بہ ہے۔

اور آرائش کے لباس کی حد صرف مونڈھوں تک نہیں ہے، یہ تو ایک درمیانی صورت ہے، کامل آرائش یہ ہے کہ سر اور ٹخنوں کے اوپر تک جو بھی آرائش اور زینت کا لباس ہے اس کو پہن کر نماز پڑھی جائے، اس اعتبار سے عمامہ اور ٹوپی سے یا ان میں سے کسی ایک سے سر ڈھانکنا آرائش کے قبیل سے ہے، لہٰذا سر ڈھانپ کر نماز پڑھنی چاہئے۔

نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کے حکم قرآنی اور ارشاد نبوی "ان اللہ عز وجل احق من ان تزین لہ" (اللہ عز وجل زیادہ مستحق ہیں کہ آپ ان کے لئے زینت و آرائش اختیار کریں) کے پیش نظر حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے نماز میں قمیص و تہبند یا قمیص و پاجامہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانکنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ "الفقہ الاسلامی" میں ہے:

و المستحب شرعاً ان یصلی الرجل فی ثوبین ......
کما یستحب تغطیة الراس (الفقہ الاسلامی و ادلتہ، ج ۲ ص ۹۸۲)

مرد کا دو کپڑوں میں نماز پڑھنا شرعاً مستحب ہے ...... جیسے سر ڈھانپنا مستحب ہے۔

''البحر الرائق'' میں ہے:

و المستحب ان یصلی فی ثلاثة اثواب قمیص و ازار و عمامة (البحر الرائق، ج ۱ ص ۲۶۹)

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، ازار اور عمامہ میں

سستی کی وجہ سے یا غیر اہم معاملہ خیال کر کے کھلے سر نماز پڑھنے کو حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ ''الفقه الاسلامي'' کی ''مکروہات صلاۃ'' کی بحث میں ہے:

و الصلاة حاسرا (کاشفا) راسه للتكاسل ..... و الكراهة هنا تنزيهية اتفاقا (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۲ ص ۹۸۲)

اور سستی کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھنا (مکروہ ہے) اور یہاں کراہت بالاتفاق تنزیہی ہے۔

''شرح منیة المصلی'' میں ہے:

و يكره ان يصلي حاسرا راسه تكاسلا بان استثقل تغطيته و لم يرها امر اهما في الصلاة فتركها لذلك و لا باس اذا فعله تذللا و خشوعا و قوله ''لا باس'' يدل على ان الاولى ان لا يفعله و ان يتذلل و يخشع بقلبه فانها من افعال القلب (شرح منیۃ المصلی، ص ۳۴۸)

اور سستی کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، بایں طور کہ نماز میں سر ڈھانپنے کو بوجھ سمجھ کر اور اس کو غیر اہم معاملہ خیال کر کے چھوڑ دے، جب تذلل اور فروتنی کے لئے کھلے سر نماز پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے، ماتن کا قول ''لا باس'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اس غرض سے کھلے سر نماز نہ پڑھے اور تذلل

اور فروتنی قلب سے اختیار کرے، اس لئے کہ یہ قلب کے افعال میں سے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں، بلکہ لباسِ زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے، اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ قمیص ہی نیم آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو بہر حال نماز مکروہ ہے اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابلِ شرم و عار سمجھے، جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے اگرچہ پوری آستین بھی ہو یا سر پر بجائے ٹوپی کے کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رومال باندھ لینا کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا، اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے؟ سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ "زینت" سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم ﷺ کی تصریحات سے بھی۔ (معارف القرآن، ج۳ ص ۵۴۴)

الغرض عام حالات میں ننگے سر نماز پڑھنا، نماز کے وقت تزئین و آرائش کرنے کے حکم قرآنی کے خلاف ہے، نیز ارشاد نبوی ﷺ "ان اللہ عز و جل احق من ان تزین له" کے بھی خلاف ہے اور سنت متوارثہ اور صدیوں سے عمل متوارث کے بھی خلاف ہے، اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ اب تو مسلمانوں میں بھی کھلے سر رہنا ہی عام رواج ہے، تو جاننا چاہئے کہ یہ ایک فیشن ہے، اس کا اعتبار نہیں، اعتبار اسلامی تہذیب کا ہے، چنانچہ خیر القرون سے سر ڈھانپنے کا جو معمول چلا تھا کہ رسول اللہ ﷺ،

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، مشائخ و محدثین اور ائمہ دین رحمہم اللہ عام حالات میں عمامہ اور ٹوپی سے سر ڈھانکتے تھے، ان کی یہ عادت نہ تھی کہ کھلے سر پھریں یا کھلے سر نماز پڑھیں، وہ معمول آج تک دیندار اور سنجیدہ طبقہ میں برقرار ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حج میں تو مرد کو برہنہ سر رہنا پڑتا ہے جب اس عبادت میں کھلے سر رہنا مطلوب ہے تو عام حالات میں نماز بھی کھلے سر ہی ادا کرنا چاہیے، اس کا جواب یہ ہے کہ حج چونکہ مخصوص مکان میں مخصوص وقت میں ادا کی جانے والی مخصوص عبادت ہے لہٰذا برہنہ سر ہونے میں اس پر نماز جیسی عبادت کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

کھلے سر نماز پڑھنے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے وہ اپنی عبادت میں اور احترام کے ہر موقعہ پر سر کھلا رکھتے ہیں، اگر پہلے سے ٹوپی پہنی بھی ہو تو وہ لوگ ایسے مواقع پر اسے اتار دیتے ہیں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ کھلے سر نماز پڑھنا سنت یا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے، ان حضرات کا خیال صحیح نہیں ہے، سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۳۱ سے نماز میں تزئین مطلوب ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے عمامہ باندھنا ثابت ہے اور ٹوپی کا تذکرہ بھی آیا ہے، پھر عام حالات میں تو آپ تزئین کے لئے یہ لباس زیب تن فرماتے ہوں اور جب نماز کا وقت آتا ہو تو ان کو اتار کر نماز پڑھتے ہوں!!! یہ محض من گھڑت بات ہے، رسول اللہ ﷺ کے لئے قطعاً یہ ثابت نہیں کہ آپ نے کپڑا ہوتے ہوئے بلا کسی عذر کے کبھی ننگے سر نماز پڑھی ہو، یا آپ نے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو، و من ادعی فعلیہ البیان، آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمامے اور ٹوپیوں کے ساتھ نماز پڑھنا خود صحیح بخاری سے ثابت ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان القوم يسجدون على العمامة و القلنسوة (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۶)

قوم عمامے اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی۔

مذکورہ اثر میں ''قوم'' سے مراد حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' (ج ۱ ص ۵۸۸) میں نقل فرمایا ہے۔

رہی وہ روایت جو امام جلال الدین سیوطی اور حافظ ابن العساکر رحمہما اللہ وغیرہما نے ذکر کی ہے کہ

وکان ربما نزع قلنسوة فجعلها سترة بین یدیه و هو یصلی

رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار اپنی ٹوپی کو اتار کر اپنے سامنے اس کو سترہ بنا لیتے تھے اور اس حالت میں آپ نماز ادا فرماتے تھے۔

سو اس روایت میں کلام ہے، بر تقدیر صحت سترہ کی ضرورت و عذر پر محمول ہے، لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ بلا عذر بھی سر کھولے ہوئے نماز پڑھنا سنت یا مستحب ہے۔

بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ بغیر ٹوپی کے بھی نماز ہو جاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو بغیر قمیص کے نماز پڑھنے والے کی نماز بھی ہو جاتی ہے یعنی فریضہ ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس طرح نماز ہو جانے کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان بلا کسی عذر کے مستحب امر کو اور با مروت و شریفانہ ہیئت کو ترک کر کے نماز پڑھنے کی عادت بنا لے، لہٰذا ہر مسلمان مرد کو کوشش کرنی چاہئے کہ ٹوپی یا عمامہ کا عام معمول بنا لے ورنہ کم از کم نماز کے دوران ٹوپی یا عمامہ کا اہتمام کرے، اللہ تعالیٰ شانہ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی)

جامعہ اسلامیہ امداد العلوم کراچی کا فتویٰ

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ ہمارے دفتر میں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اس میں سے چند افراد بغیر ٹوپی کے نماز ادا کرتے ہیں، میں نے کئی بار ان کو توجہ دلائی کہ بغیر ٹوپی کے نماز ''مکروہ'' ہے اور آداب نماز کے خلاف ہے لیکن امام صاحب جو ہم ہی میں سے ہیں کہتے ہیں کہ انہوں نے عالم دین سے معلوم کیا ہے کہ حضور ﷺ نے بغیر ٹوپی کے نماز ادا کی ہے، لہٰذا یہ نہ مکروہ ہے اور نہ آداب نماز کے خلاف۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت کریں تاکہ جو حضرات بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے ہیں ان کی اصلاح ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

الجواب و منه الصدق و الصواب

واضح رہے کہ ٹوپی جس کو عربی میں ''قلنسوۃ'' کہتے ہیں اور خود رسول اکرم ﷺ نے بھی ٹوپی استعمال کی ہے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی ٹوپی استعمال کی ہے، اور دور نبوت سے لے کر آج تک ہر دور میں علماء کرام فقہاء کرام اور صلحاء امت کا اسی پر عمل رہا ہے بلکہ ٹوپی اور عمامہ وغیرہ کی حیثیت ایک طرح اہل تقویٰ کا شعار ہے اس کے علاوہ ہمارے عرف میں بھی ٹوپی کا شعار ہی سمجھا جاتا ہے بغیر ٹوپی پہنے ہوئے آدمی کو عام حالات میں بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے چہ جائیکہ نماز کی حالت میں ننگے سر ہو اور شریعت میں عرف کا بہت دخل ہے جیسا کہ فقہاء کرام کا مقولہ مشہور ہے ''العرف کالنص القاطع'' جب کہ زیر بحث مسئلہ کا ثبوت بے شمار احادیث اور صحابہ کرام کے اعمال سے ہے:

اب آپ ﷺ کی ٹوپی کے متعلق دلائل ملاحظہ ہوں:

(۱)...... ابو حنیفة عن عطاء عن ابی هریرة قال: کان لرسول الله ﷺ قلنسوة شامیة

(۲)...... و فی روایة عن عطاء عن ابی هریرة کان

لرسول الله ﷺ قلنسوة بيضاء شامية (مسند امام اعظم، ص۳۲۷)

مذکورہ دونوں روایات میں آپ ﷺ کی ٹوپی کی تصریح ہے۔

(۴)...... و في مسند أحمد بن حنبل حدثنا عبدالله ...... سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه انه سمع رسول لله ﷺ يقول: الشهداء ثلاثة،

و في رواية سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الشهداء أربعة رجل مؤمن جيد الايمان لقي العدو فصدق الله فذلك الذي ينظر الناس اليه هكذا و رفع رأسه حتى سقطت قلنسوة رسول الله ﷺ او قلنسوة عمر الخ

مذکورہ حدیث کے واقعہ میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گر گئی، اس روایت میں اگر چہ راوی کو اس بات میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ٹوپی گری تھی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے سر مبارک پر ٹوپی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر بھی ٹوپی تھی یعنی راوی کو ٹوپی کے ہونے میں کوئی شک نہیں لہٰذا اس حدیث میں بھی حضرت رسول اکرم ﷺ کی ٹوپی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی کی تصریح ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹوپی استعمال فرمائی ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ٹوپی کے استعمال میں نماز اور خارج نماز کا کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اس کا حکم نماز اور خارج نماز دونوں جگہ برابر ہے البتہ نماز کے لئے لباس میں زینت اور تجمل اختیار کرنے کے بارے میں کتب تفسیر اور فقہ میں ترغیبیں وارد ہوئی ہیں اسی لئے مفسرین کرام اور فقہاء عظام نے نماز کے لئے تزئین

اور تجمل کو مستحب لکھا ہے۔

چنانچہ تفسیر ابن کثیر (ج ۲ ص ۲۷۸) میں ہے:

و لهذه الأية (اى خذوا زينتكم عند كل مسجد) و ما ورد فی معناها من السنة، يستحب التجمل عند الصلوٰة و لا ...... فی الجمعة و العيدين

او كذا فی التفسير المظهری (ج ۳ ص ۳۴۱)، او فی احكام القرآن للجصاص (ج ۳ ص ۳۲)، و فی السنن الكبرىٰ للبيهقی (ج ۲ ص ۲۳۵)

و اخبرنا ابو الحسن ...... عن عبدالله ...... عن رسول الله ﷺ قال: اذا صلی احدكم فليلبس ثوبيه فان الله عز وجل احق ان يزين له الخ

اس لئے فقہاء کرام نے نماز کے لئے ستر راس کو مستحب قرار دیا ہے، اور ننگے سر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (تفصیل کے لئے رجوع کیجئے، فتاویٰ شامی (ج ۲ ص ۷-۴۰، طبع ملتان))

اس کے علاوہ ننگے سر نماز پڑھنے کو فقہاء کرام نے نصاریٰ کی عادت بھی لکھا ہے۔ جیسا کہ شیخ کوثری ''مقالات الکوثری'' میں رقم طراز ہیں:

و الحاصل انه لم يثبت عن النبی ﷺ انه صلی و هو حاسر الرأس من غير عذر حتی نقتدی به ﷺ فی كشف للرأس فی الصلوٰة و قد سبق بيان عادة النصارىٰ علی كشف الرؤس فی صلوتهم (ص ۱۷۴)

عبارت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ بغیر عذر ننگے سر نماز پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ جس کے اتباع ہم کریں بلکہ ننگے سر نماز پڑھنا نصاریٰ کی عبادت بتائی گئی ہے، اور نصاریٰ کے تشبہ سے بچنا بہت ضروری ہے کیونکہ احادیث میں غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ اختیار کرنے کی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے:

قتیبة عن .... عن جده ان رسول الله ﷺ قال:

لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشبهوا بالیهود و لا

بالنصاری الخ (ترمذی شریف، ج ۲ص ۹۹)

بہر حال مذکورہ بالا تصریحات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ ستر راس کا حکم احادیث سے ثابت نہیں ہے محض لاعلمی اور نادانی کی بات ہے، اللہ ہم سب کو حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق سے نوازیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فضل الحق عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ اسلامیہ امدادالعلوم

ناظم آباد، کراچی

۱۴۱۸/۴/۲۲ھ

ننگے سر نماز کا مسئلہ

مناظر اہل سنت حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ رئیس شعبہ دعوت وارشاد جامعہ خیر المدارس، ملتان

جن چیزوں کو غیر مقلدین نے آج کل اپنا شعار بنا رکھا ہے ان میں سے ایک ننگے سر نماز ہے، حالانکہ حدیث پاک میں ہے کہ پگڑی کے ساتھ دو رکعتیں بغیر پگڑی کے ستر رکعت سے افضل ہیں۔ (کنز العمال، ج ۱۵، ص ۱۳۳)

ایک روایت میں ہے نفل یا فرض نماز پگڑی کے ساتھ بغیر پگڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے اور پگڑی کے ساتھ جمعہ بغیر پگڑی کے ستر جمعوں کے برابر

ہے۔ (کنز العمال، ج ۱۵ ص ۱۳۳)

نیز فرمایا کہ تم مسجدوں میں خــــود اتار کر اور کپڑا اوڑھ کر آؤ۔ (کنز العمال، ج ۱۵ ص ۱۳۳)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی قوم اپنی پگڑی اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی۔ (بخاری، ص ۵۶)

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے پہلے عدم کراہۃ کا باب باندھا ہے اور اس میں عبدالرحمن بن یزید، سعید بن المسیب، حضرت حسن بصری، حضرت بکر، حضرت مکحول، امام زہری، ابن ابی اوفی رحمہم اللہ سے جواز کی روایات نقل کی ہیں اور پھر اس کے بعد کراہت کا باب باندھا ہے اور درج ذیل روایات نقل کی ہیں:

۱۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اپنی پیشانی سے پگڑی کو ہٹا لیتے۔ (ابن ابی شیبہ، جلد ا صفحہ ۳۰۰)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پگڑی کو پیشانی سے ہٹا لے۔ (ابن ابی شیبہ، جلد ا صفحہ ۳۰۰)

۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ نہیں فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، جلد ا صفحہ ۳۰۰)

۴۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے سر میں زخم ہو گیا، میں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ میں اس پٹی پر سجدہ کر لوں تو انہوں نے فرمایا نہیں۔

۵۔ عیاض بن عبداللہ قرشی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنی پیشانی کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اپنی پگڑی کو اونچا کر لے۔

۶۔ حضرت ابراہیم نخعی پگڑی باندھنے والے کے لئے پسند کیا کرتے تھے کہ وہ

اپنی پگڑی کے پیچ کو اپنی پیشانی سے ہٹالے۔

۷۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔

۸۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ پگڑی باندھنے والے کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکائے۔

۹۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک شخص کو (انکار کے طور پر) فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ، جلد ا صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج نہیں تھا، البتہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنے میں اختلاف تھا کہ یہ عمل مکروہ ہے یا نہیں اور عام حالات میں بھی ننگے سر پھرنے کا رواج نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو ان کے سر پر اُون کی ٹوپی تھی۔ (ترمذی شریف، جلد ا ص ۳۰۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ پر سیاہ پگڑی تھی۔ (ترمذی، جلد ا ص ۳۰۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب پگڑی باندھتے تو (شملہ) کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ (ترمذی، جلد ا ص ۳۰۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور قاسم بن محمد اور سالم بھی اسی طرح شملہ کو لٹکاتے تھے۔ (ترمذی، جلد ا صفحہ ۳۰۴)

ابو کبشہ انماری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام کی ٹوپیاں گول اور سروں سے چپکی ہوئی تھیں۔ (ترمذی، جلد ا ص ۳۰۸)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، فرماتے ہیں کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان (ظاہری) فرق ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھنا ہے۔ (ترمذی، جلد ا ص ۳۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو

خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ پر تیل سے آلود کپڑا تھا۔ (شمائل ترمذی، صفحہ ۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اکثر سر پر کپڑا رکھتے تھے، گویا آپ کا کپڑا تیلی کا کپڑا ہے۔ (شمائل ترمذی، صفحہ ۸)

ان روایات اور ان جیسی بہت سی اور روایات سے سر ڈھانپنے کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور پوری اُمت ان روایات پر عمل کرتی ہے حتی کہ غیر مقلدین کے اکابر مولوی اسماعیل سلفی (فتاویٰ علمائے حدیث، جلد ۴ ص ۲۸۸) داؤد غزنوی، میاں نذیر حسین، مولوی ثناء اللہ، مولوی شرف الدین، مولوی عبدالغفار سلفی، عبدالمجید سوہدروی وغیرہ بھی ننگے سر نماز کو ناپسند کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علمائے حدیث، جلد ۱ ص ۲۸۱، ۲۹۰، ۲۹۱۔ فتاویٰ نذیر، جلد ۱ ص ۱۴۰۔ فتاویٰ ثنائیہ، جلد ۱ ص ۵۲۵، ۵۲۳۔ فتاویٰ ستاریہ، جلد ۳ ص ۵۹)

تحفہ اہلحدیث

مولانا محمد اسماعیل صاحب محمدی نے تحفہ اہلحدیث میں ایک ضدی غیر مقلد سے مکالمہ کی صورت میں اس مسئلہ کو شائع کر دیا تو بجائے اس کے کہ غیر مقلدین اپنے عوام کو سر ڈھانپنے کی ہدایت کرتے، داؤد ارشد نے بخاری سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی روایت ذکر کردی اور یہ نہیں بتایا کہ محمد بن المنکدر نے اعتراض کیا کہ یہ آپ کیسے پڑھ رہے ہیں اور بخاری صفحہ ۵۲ کی روایت ہے کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے لئے دو کپڑے ہیں، سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت عذر کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ پھر بخاری صفحہ ۵۳ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم ہے کہ جب اللہ نے وسعت دے دی تو تم بھی وسعت پیدا کرو اور امام بخاری رحمہ اللہ نے باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب باندھا۔ (بخاری، صفحہ ۵۱) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول (صلوٰۃ) فی الثیاب اور زہری رحمہ اللہ کا قول یلبس من ثیاب الیمن (بخاری، صفحہ ۵۲) جمع کے الفاظ ذکر کیے ہیں اور جمع کا اطلاق تین سے کم پر نہیں ہوتا، پھر اگر ایک کپڑے سے سر ننگا ہونا ثابت ہوتا ہے تو باب فی کم تصلی المرأۃ میں حضرت عکرمہ کا فرمان کہ

لو وارت جسدھا فی ثوب جاز کہ عورت اگر اپنے جسم کو ایک کپڑے میں چھپا لے تو (نماز) جائز ہے۔ (بخاری، جلد ا ص ۵۴) کا مطلب غیر مقلدین کے نزدیک یہی ہوگا کہ عورت ننگے سر نماز پڑھا کرے، اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین!

تحفۂ اہلحدیث میں مولانا محمد اسماعیل صاحب نے مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے یہ لکھ دیا کہ حضور ﷺ تو ننگے سر آدمی کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے اور جب مسح فرماتے ہیں تو ایک ہاتھ سے عمامہ مبارک کو معمولی اوپر اٹھاتے ہیں اور ایک ہاتھ سے مسح فرماتے ہیں، اتنی دیر تک بھی ننگے سر رہنا پسند نہیں فرماتے تھے کہ عمامہ کو اتار کر نیچے رکھ دیں اور مسح فرمالیں اور اُمتی ہمیشہ ننگے سر نماز پڑھیں، اکثر گلیوں، بازاروں میں ننگے سر پھریں اور کہلائیں اہلحدیث۔ (تحفۂ اہلحدیث، صفحہ ۱۴)

بات تو مولانا کی بڑی مضبوط تھی چاہیے تو یہ تھا کہ اس نصیحت کو قبول کر کے غیر مقلدین ننگے سر پھرنے کی عادت ترک کر دیتے مگر ہوا یہ کہ داؤد ارشد صاحب نے اس پر وضع احادیث کا عنوان باندھا اور لکھا کہ مولوی اسماعیل نے ایک صد سے کم صفحات کی کتاب تحفۂ اہلحدیث تحریر کی، اس کے ایک صفحہ میں دو روایات وضع کی ہیں۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۶۶)

اس کے بعد لکھتے ہیں یہ دونوں روایات مولوی ابوبلال اسماعیل کی وضع کردہ ہیں مشکوٰۃ تو کجا پورے ذخیرۂ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۶۶)

پھر فرماتے ہیں کتب احادیث میں ان کا قطعاً کوئی وجود نہیں اور سینہ گزٹ روایات کا کوئی نہیں ہوا کرتا، ہم آج بھی اپنے دین و ایمان کی محکمی اور خداداد فراست کو بروئے کار لا کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ مولوی اسماعیل کا رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۶۷، ۶۸)

پھر رسول اللہ ﷺ پر افتراء عنوان دے کر لکھتے ہیں: ''اولاً'' مشکوٰۃ کو ہم نے دیکھ لیا ہے اس میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو آپ نے ذکر کی ہے۔ دوسری حدیث جو آپ نے ذکر کی ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اس کا حوالہ دو کیونکہ ہمیں ایسی کوئی

حدیث نہیں ملی، میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ بھی آپ نے جھوٹ بولا ہے، الغرض آپ نے یہ کذبات بول کرا کاذیب آل دیوبند میں مزید دو افتراء علی الرسول کا اضافہ کیا ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۴۷)۔

نوٹ: قارئین کرام کو اندازہ ہو رہا ہوگا کہ داؤد ارشد کے غبارہ سے ہوا نکلتی جا رہی ہے پہلے قطعی حکم لگایا تھا کہ دو روایات وضع کی ہیں۔ (ص ۶۶) اب فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ بھی آپ نے جھوٹ بولا ہے، کسی نے سچ کہا کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ......"ہاں مؤلف اہلحدیث نے یہ کر دیا کہ اپنی طرف سے ایک حدیث بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی"۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۵۱)

......معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر ان کا غالب گمان یقین سے تبدیل ہو گیا ہے کہ دوسری حدیث ذخیرہ احادیث میں موجود ہے مگر واضح طور پر اعلانِ حق نہیں کرتے کہ دو حدیثوں میں سے ایک حدیث مجھے مل گئی ہے اور رجوع الی الحق کو عار سمجھ کر ترجیح دے رہے ہیں۔ پھر پہلی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مشکوٰۃ کتاب اللباس میں ترمذی اور ابوداؤد کے حوالے سے ایک روایت ہے کہ:

مر رجل و عليه ثوبان احمران فسلم على النبی ﷺ فلم يرد عليه

یعنی ایک آدمی گزرا اور اس کے اوپر دو سرخ رنگ کے کپڑے تھے، اس نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا تو آپ علیہ السلام نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ (مشکوٰۃ، جلد ۲ ص ۱۲۴۷، الحدیث: ۴۳۵۳) (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۴۸)

معلوم ہوتا ہے کہ پہلی حدیث کے بارے میں بھی داؤد ارشد کو یہ بات کھٹک گئی ہے کہ مولانا اسماعیل صاحب کا مستدل یہ روایت بن سکتی ہے کیونکہ عرف میں دو کپڑوں سے مراد قمیص اور شلوار یا قمیص اور تہبند ہوتے ہیں۔ لامحالہ اس شخص کا سر ننگا

ہو گا اور سر ننگا ہونے کا احتمال تو بہر حال ہے اور حدیث میں سلام کے جواب نہ دینے کا واضح طور پر ذکر ہے تو جب اس حدیث کے مولانا محمد اسماعیل صاحب محمدی کے مستدل ہونے کا احتمال ہے تو اب یہ تمام قسم کے الزامات ختم ہو جاتے ہیں مگر داؤد ارشد اس استدلال پر مٹی ڈالنے کے لئے فرماتے ہیں: دیکھئے اس حدیث میں ترکِ سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ سے بیان کیا گیا مگر مؤلف تحفہ اہلحدیث کو جھوٹ کی اتنی کثرت سے عادت پڑ چکی ہے کہ اس نے اس روایت میں بھی تقلیدی آراء چلا کر متنِ روایت میں ردو بدل کر دیا ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۴۵)

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ پہلے تو بڑے زور شور سے دعویٰ کیا تھا کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں انہیں کوئی روایت نہیں ملی، اب کہتے ہیں کہ متن تبدیل کر دیا ہے، سوچنے کی بات ہے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے کون سا متن ذکر کیا ہے، انہوں نے سر ننگا ہونے کے مفہوم کو ذکر کیا ہے اور ترکِ سلام کی وجہ بیان فرمادی آپ نے ترکِ سلام کی وجہ سرخ لباس کا پہننا ذکر کر دیا، حدیث پاک میں ترکِ سلام کی کوئی وجہ ذکر نہیں فرمائی گئی، یہ سب امتیوں کی فہم ہے ورنہ داؤد ارشد صاحب کسی صریح مرفوع حدیث سے یہ ثابت کریں کہ اس عدمِ جواز کی علت صرف سرخ رنگ کا پہننا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی علت نہیں۔ محدثین کے ابواب ان کی ذاتی رائے ہے ان کی تقلید کرنا غیر مقلدین کے ہاں شرک ہے۔ پھر اگر ترکِ سلام کی علت ننگے سر کو بیان کرنا متنِ روایت میں ردو بدل ہے تو یہ داؤد راشد کا سرخ رنگ کو علت بنا کر یہ کہنا کہ ''اس حدیث میں ترکِ سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے''۔ یہ متن میں ردو بدل نہیں، داؤد راشد صاحب اپنے ذکر کردہ متن پر بھی نظر دوڑائیں ''مر رجل و علیه ثوبان احمران فسلم علی النبی ﷺ فلم یرد علیه''اس میں کون سے الفاظ ہیں کہ جن میں ترکِ سلام سرخ لباس کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو وہ ساری کی ساری گردان جو مولانا محمد اسماعیل صاحب پر پڑھی ہے وہ اپنے اوپر پڑھ لیں کہ میں نے بھی یہ حدیث وضع کی ہے اور متن میں ردو بدل

کیا ہے، وغیرہ۔

اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث کے تحت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ تشریحی نوٹ لکھا تھا کہ یہ صریح دلیل ہے آدمیوں کے لئے سرخ لباس کے حرام ہونے کی اور اس بات کی بھی صریح دلیل ہے کہ منہی عنہ کا حالتِ سلام میں ارتکاب کرنے والا جواب اور سلام کا مستحق نہیں ہے۔ (مرقات، جلد ۸ ص ۲۵۷)

داؤد راشد نے اس امتی کی تشریحی رائے کو حدیث بنا دیا اور قبول کر لیا اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی رائے کو کذب علی الرسول قرار دیا حالانکہ دونوں باتیں حدیث سے مستنبط ہیں، پھر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تو بات مزید بڑھا دی تھی کہ منہی عنہ کے مرتکب کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے اور ننگے سر پھرنا اور نماز پڑھنا بالخصوص آج کل کے نوجوان غیر مقلدوں کا سنت کے ساتھ استخفاف ہے اور درمختار میں ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا سستی کی وجہ سے مکروہ ہے اور اہانت کی بنا پر کفر ہے۔ (درمختار، جلد ا ص ۶۴۱)

علامہ شامی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز کے ساتھ استخفاف اور تحقیر کی غرض سے ہو تو یہ کفر ہے۔ (ردالمحتار، جلد ا صفحہ ۶۴۱ مع الدر)

مولوی شرف الدین غیر مقلد بھی فرماتے ہیں یہ بعض کا جو شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آتے ہیں اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اس کو سنت کہتے ہیں بالکل غلط ہے، یہ فعل سنت سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۵۲۳)

نیز فتاویٰ ثنائیہ میں ہے کہ صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا، پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔ (صفحہ ۵۲۴، ۵۲۵)

مولوی اسماعیل صاحب سلفی فرماتے ہیں کہ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، جلد ۴ ص ۲۸۸)

نیز فرماتے ہیں کہ اگر حسِ لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا

ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۲۸۹)

مولوی داؤد غزنوی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اس بد (بُری) رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے، اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی، اگر تعبد اور خشوع وخشوع کی علامت نہیں اور اگر کسل یا سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا، غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، جلد ۴ صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱)

جب نصاریٰ سے ننگے سر پھرنے میں تشبہ ہے تو ملا علی قاری رحمہ اللہ کے بقول منہی عنہ کا فرد ہونے کی وجہ سے اس حدیث میں داخل ہوگا خواہ گزرنے والا شخص ننگے سر نہ ہو کیونکہ ننگے سر پھرنا جب منافقوں کی عادت اور نصاریٰ سے تشبہ ہے تو اس کا منہی عنہ ہونا واضح ہے۔ عموم علت کی وجہ سے پائے جانے والے حکم کی نسبت بھی قرآن وسنت کی طرف کردی جاتی ہے اگرچہ وہ حکم قرآن یا سنت میں صراحۃً نہ پایا جاتا ہو، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خوبصورتی کے لئے جسم گودنے والیوں، چہرے کے بال اکھیڑنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں فاصلہ پیدا کرنے والیوں یعنی اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اعضاء میں تغیر کرنے والیوں پر لعنت کی تو اُم یعقوب نامی ایک عورت نے کہا یہ لعنت کیسی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کیا ہوگیا کہ میں اس شخص پر لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں بھی ہے تو ام یعقوب نے کہا اللہ کی قسم! میں نے تو دو گتوں کے درمیان پورا قرآن پڑھا ہے میں نے اس قرآن میں نہیں پایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر تو نے قرآن پڑھا ہے تو تو نے یقیناً اس کو پایا ہوگا کہ:

وَ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

یعنی، اللہ کے رسول جو تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔ (بخاری، جلد ۲ ص ۸۷۹)

اب یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآنِ پاک کے الفاظ میں ان مذکورہ عورتوں پر لعنت نہیں مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ما اتاکم الرسول فخذوہ الخ کے عموم کی وجہ سے اس لعنت کو قرآنِ پاک کی طرف منسوب کیا ہے کہ چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے اور قرآن کہتا ہے کہ رسولِ پاک ﷺ جو تمہیں دیں اس کو لے لو تو ان عورتوں کے لئے لعنت کا حکم قرآن سے ثابت ہو گیا، اب کوئی داؤد راشد کے ذہن والا آدمی کہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن کے متن میں ردوبدل کر دیا ہے یا قرآن نیا بنا لیا ہے تو یہ غلط ہے۔ انہوں نے قرآن پاک کے عام حکم میں سے اس خاص جزئیہ کا حکم سمجھ کر اس جزئیہ کی قرآن پاک کی طرف نسبت کی ہے، اسی طرح مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اسی مشکوٰۃ شریف والی روایت سے معلوم ہونے والے عمومی اصول کہ منہی عنہ کے مرتکب کو سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے کہ عموم میں ننگے سر پھرنے کے خالص جزئیہ کو تشبہ بالنصاریٰ منہی عنہ کی بنا پر اس حدیث کی طرف اگر منسوب کر دیا تو اس سے کوئی حدیث میں کمی یا زیادتی لازم نہیں آتی، اگر داؤد راشد ایسے استدلال کو خدا یا رسول ﷺ سے ممنوع ثابت کر دیں یا یہ ثابت کر دیں کہ یہ کذب علی الرسول ہے یا یہ روایت میں ردوبدل ہے تو درست ہے، ہم مولانا محمدی کی تردید کریں گے اور اگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تو پھر شریعت ساز بن کر خدا یا رسولِ خدا کا منصب سنبھالنے سے توبہ کر لیں، اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

با کریماں کارہا دشوار نیست

پھر داؤد راشد نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۴۷، جلد ۲ میں ضعیف کہا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس کی تضعیف کی ہے۔ (کذا فی تنقیح الرواۃ، صفحہ ۲۳۰، جلد ۳)

وجہ ضعف یہ ہے کہ اس کی سند میں ابو یحییٰ القتات راوی ہے۔ (ابوداؤد، صفحہ

۲۰۷، جلد۲) اور یہ لین الحدیث ہے۔ (تقریب، صفحہ ۴۳۲) (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۴۸)

ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر یہ روایت مولانا اسماعیل صاحب کا مستدل ہی نہیں تو اس پر جرح کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لئے چند امتیوں کو پیش کیا ہے: (۱) الالبانی، (۲) ابن حجر مگر یہاں اپنا زوردار نعرہ۔

اہلحدیث کے دو اصول

اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول

بھول گئے، یہاں البانی اور ابن حجر کی تقلید شروع کر دی، ذرا سوچ کر جواب دیں کہ حجر پرستی شرک ہے تو ابن حجر پرستی شرک نہیں؟ پھر البانی نے ضعف کا حکم لگایا ہے کوئی دلیل نہیں دی اور آگے اس نے کہا تھا کہ سرخ کپڑے کی ممانعت میں کوئی صحیح حدیث نہیں، اس کو داؤد ارشد نے قبول نہیں کیا جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ترکِ سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے۔ (تحفہ، صفحہ ۱۴۸)

پھر ابن حجر رحمہ اللہ کی تضعیف کا حوالہ بھی غلط دیا ہے، ابن حجر فرماتے ہیں:

اخرجه ابو داؤد و الترمذی و حسنه

یعنی ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اس کے بعد یحیٰ کو مختلف فیہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۰ ص ۳۷۶)

اور مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (تحفۃ الاشراف، جلد۲ صفحہ ۳۷۷)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے النکت الظراف میں اس پر کوئی کلام نہیں کیا۔

دوسری حدیث: رہی دوسری حدیث جس کی وجہ سے وضع حدیث کا الزام لگایا ہے اور کہا ہے کہ کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔ (خلاصہ تحفہ)

تو عرض یہ ہے کہ یہ الزام بھی ان کا غلط ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا اور آپ ﷺ کے اوپر قطری عمامہ تھا تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل فرمایا پھر اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح

کیا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۲۰)

اسی طرح نافع رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے سر کا مسح کرتے تو ٹوپی کو اٹھاتے اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح فرماتے۔ (دار قطنی، جلد ا ص ۱۰۷)

مولوی شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (التعلیق المغنی، صفحہ ۱۰۸، مع الدار قطنی)

نیز مسند امام شافعی رحمہ اللہ میں ہے کہ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے وضو کیا تو اپنی پگڑی کو ہٹایا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا یا فرمایا کہ اپنی ناصیہ کا پانی کے ساتھ مسح کیا۔ (احیاء السنن، صفحہ ۱۱)

ان روایات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کا یہ فرمانا کہ نبی کریم علیہ السلام جب مسح فرماتے تو ایک ہاتھ سے عمامہ مبارک کو معمولی اوپر اٹھاتے ہیں اور ایک ہاتھ سے مسح فرماتے ہیں، اتنی دیر تک بھی ننگے سر رہنا پسند نہیں فرماتے کہ عمامہ کو اتار کر نیچے رکھ دیں اور مسح فرمالیں اور امتی ہمیشہ ننگے سر نماز پڑھیں، اکثر گلیوں بازاروں میں ننگے سر پھریں اور کہلائیں اہلحدیث۔ (تحفہ اہلحدیث، صفحہ ۱۴۳)

یہ بہت مضبوط گرفت ہے، صرف حضور اقدس ﷺ کا ہی یہ عمل نہیں صحابہ کرام کا بھی ہے۔ داؤد راشد صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے ملاقات کر کے جو توبہ نامہ لکھنے کا مخلصانہ مشورہ دیا تھا اب اس اخلاص سے اپنے ان الزامات سے توبہ کریں اور پھر اپنے تمام نوجوانوں کو جنہوں نے ننگے سر رہنے کو شعار بنا رکھا ہے توبہ کرنے کی تلقین کریں اور مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پہلی ملاقات کی طرح ایک دوسری ملاقات کر کے ان سے معافی مانگ لیں اور وہ معافی نامہ آئندہ ایڈیشن میں شائع فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

(تجلیات انور، جلد اول، صفحہ ۳۶۱ تا ۳۶۷، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

ننگے سر نماز پڑھنے کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی مدظلہ
(فاضل دارالعلوم دیوبند)

بزرگوار محترم استاد جناب قاضی عبدالکریم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال نمبر۱: میں نے ڈیرہ اسماعیل خان میں ایف ایس سی کے لئے داخلہ کیا ہے جو کہ دو سال کا کورس ہے، میں وہاں ہوسٹل میں رہتا ہوں اور وہاں سے ہمارے گاؤں کا فاصلہ ۷۵ میل ہے ہر ۱۲ یا ۱۴ دن کے بعد (۱۵ دن سے پہلے) میں گھر واپس جاتا ہوں اس صورت میں میں نے پوری نماز پڑھنی ہے یا سفرانہ؟۔

سوال نمبر۲: بعض لوگ جب انگریزی میں کسی نام کے ساتھ محمد لکھتے ہیں تو وہ اس طرح مثلاً (Mohd Noor) لکھتے ہیں جو اس کے پورے ہجے نہیں اور یہ لفظ مود پڑھا جاتا ہے دین ومتین کے حوالے سے اس کا کیا جواب ہے؟

سوال نمبر۳: اکثر لوگ نماز پڑھتے وقت سر پر جیب کا رومال باندھتے ہیں یا سر پر چادر اوڑھتے ہیں، چاہے ان کی مجبوری بھی نہ ہو، شرعی اصطلاح میں اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

سوال نمبر۴: ہم نے اپنے اساتذہ صاحبان سے سنا ہے کہ لفظ مکہ انگریزی میں (Mecca) کے ساتھ لکھنا گناہ ہے، بلکہ لفظ (Makkah) کے ساتھ لکھنا درست ہے، اس کا شرعی اصطلاح میں کیا جواب ہے؟ والسلام

(سائل: ارشاد احمد لوحانی)

الجواب.................... وباللہ التوفیق

ننگے سر نماز پڑھنے کو فقہاء اسلام نے مکروہ لکھا ہے، جناب رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں ہزاروں نمازیں ادا فرمائی ہیں، حالت احرام، حج وعمرہ کے بغیر ساری عمر میں ایک یا دو نمازیں ننگے سر پڑھی ہیں اور وہ بھی غالباً کسی ضرورت یا بیانِ جواز کے

لئے یعنی اگر کوئی شخص غریب اور نادار ہے تو اس کو کسی سے منت سماجت اور سوال کرنے کی ضرورت نہیں ننگے سر ہی نماز پڑھ لے، جب آنحضور ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا تو ایک امتی کو اس کے خلاف کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا، بالخصوص جب آج کل یہ عام آزاد اور اوباش لوگوں کا شعار اور علامت ہو گئی ہے، نماز میں ان کی مشابہت ہرگز نہ کی جائے، بعض فقہاء کرام رحمہم اللہ نے جو لکھا ہے کہ بطور علامت عاجزی کے ایسا کرنے کی گنجائش ہے وہ نوافل میں ہے، اور درحقیقت رب کریم جل شانہ کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل اور حقیر سمجھنے کے ارادہ سے نہ کہ فیشن کے طور پر۔

نمبر۲: سفرانہ نماز۔ جب آپ کی تعلیم گاہ گھر سے ۵۷ میل ہے تو جب وہاں کا ارادہ کر کے اپنے شہر سے نکلیں گے تو آپ روئے شریعت مسافر سمجھے جاویں گے، اور نماز قصر کرتے رہیں گے، لیکن جب جائے قیام پر پہنچ کر پندرہ یا اس سے زیادہ مقیم رہنے کا ارادہ کر لیں گے تو آپ مقیم ہو جاویں گے۔ اور نماز پوری پڑھیں گے۔ اس کے بعد اگر گھر یا کسی اور جگہ جانے کی اتفاقاً ضرورت پڑ گئی تو پندرہ دن ٹھہرنے سے پہلے اگر چلے گئے تو بھی آپ کی یہ تعلیم گاہ وطن اقامت سمجھی جاوے گی، بشرطیکہ سامانِ بستر، ٹرنک وغیرہ آپ کا یہیں پڑا رہے، پہلے بند ہواڑے میں آپ بغیر وقتی ضرورت کے صرف معمول کی چھٹی کی وجہ سے نہ گھر جانے اور نہ ہی بغیر کسی وقتی ضرورت کے کسی اور جگہ جانے کا دل میں عزم پختہ ارادہ رکھیں اس کے بعد جب آپ کا سامان یہیں پڑا رہے اور چھٹی یا کسی ضرورت سے گھر یا کسی جگہ پندرہ دن سے پہلے پہلے آنے کا عزم رکھتے ہوں تو اس سے آپ کی یہ درسگاہ وطن اقامت شمار ہو گی اور یہاں آتے ہی آپ مقیم سمجھے جاویں گے اور پوری نماز پڑھتے رہیں گے۔

نمبر۳: آدھا نام لکھنا سرور عالم ﷺ کا اسم گرامی اور اسی طرح مقامات مقدسہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا نام آدھا کر کے لکھنا اور پڑھنا خلاف ادب ہے اس سے سخت پرہیز کیا جائے، دیکھئے اردو میں اگر محمد ﷺ کو ممد یا مدو لکھے ظاہر ہے کہ اس کو ہر کوئی بے ادبی سمجھے گا، اسی طرح زبان میں البتہ بطور اشارہ سے اگر صرف ایم

(M) کہا یا لکھا جائے تو شاید گنجائش ہوتا ہم مکمل نام مبارک لینے کے برکات سے محروم رہ جائے گا، تبھی تو مسلمان کے عشق و محبت نبی ﷺ کی یہ حالت تھی کہ اسم مبارک لے کر کہتے تھے۔

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے ہونٹوں نے بوسے میری زبان کے لئے

قاضی عبدالکریم غفرلہ ولوالدیہ

۱۱محرم ۱۴۲۴ھ

ننگے سر کھانا خلاف ادب ہے

سوال: روٹی کھاتے وقت اکثر لوگ ننگے سر بیٹھتے ہیں کیا اس میں گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب..........................وباللہ التوفیق

نہیں خلاف ادب ہے۔ فقط

قاضی عبدالکریم غفرلہ ولوالدیہ

۱۸ رجب ۱۴۱۹ھ۔ ۹/۱۱/۹۸

(نجم الفتاویٰ، ص ۱۷۷)

ضمیمہ

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

از سید محب اللہ راشدی پیر آف جھنڈا

ننگے سر نماز ہو جانے کے بارے میں دو آراء ہو ہی نہیں سکتیں، یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔

احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر پر یا تو عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں۔ راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج و عمرہ کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک بغیر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آ کر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی، کسی محترم دوست کی نظر میں ایسی کوئی حدیث ہو تو ہمیں ضرور مستفید کیا جائے۔

ذیل میں چند احادیث لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عمرو بن اُمیہ الضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رایت النبی ﷺ مسح علی عمامته و خفیه (صحیح البخاری مع فتح الباری، جلد ۱ صفحہ ۳۰۸)

ترجمہ: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ضرور اسی عمامہ سے نماز پڑھی ہوگی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عمامہ پر مسح تو کیا ہو لیکن جس پر مسح کیا اس کو اتار کر نماز پڑھی ہو۔ یہ حدیث حضر و سفر دونوں کا شامل ہے۔

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ تبوک کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نمازِ فجر سے پہلے قضاءِ حاجت کے لئے نکلے، قضاءِ

حاجت کی، پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی ڈالا اور آپ ﷺ نے وضو کیا، پھر اس میں یہ الفاظ ہیں:

ثم مسح بناصیته وعلی العمامة الخ (صحیح مسلم، جلد اص ۱۶۱)

ترجمہ: پھر اپنی پیشانی مبارک اور عمامہ پر مسح کیا۔

۳۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کانی انظر الی رسول اللہ ﷺ وعلیه عمامة سوداء قد ارخی بین کتفیه (صحیح مسلم، جلد اص ۴۴۳)

ترجمہ: گویا میں آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہا ہوں ان کے سر پر کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا۔

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

دخل رسول اللہ ﷺ یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء بغیر احرام (صحیح مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اور آپ ﷺ (کے سر مبارک) پر کالی پگڑی تھی۔

بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے معارض ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھا۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان میں یہ احتمال ہے کہ پہلے پہلے نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر مبارک پر خود تھا پھر اس کو اتار لیا (جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے) اس کے بعد عمامہ پہن لیا۔ اس طرح ہر کسی نے جو دیکھا وہ بیان کر دیا، اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی

ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انه خطب الناس و عليه عمامة سوداء

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

یہ خطبہ کعبہ کے دروازہ کے نزدیک دیا گیا تھا، یہ دخول کے تمام ہونے کے بعد ہوا، بعض علماء نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا ہے کہ یہ کالا عمامہ خود کے اوپر یا خود کے نیچے بندھا ہوا تھا تاکہ نبی ﷺ خود کے لوہے سے اپنے سر مبارک کو محفوظ رکھیں۔ (فتح الباری، جلد ۴ ص ۶۱-۶۲)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ اذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوٰۃ، جلد ۲ ص ۳۷۵)

۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عممني رسول الله ﷺ فسدلها بين يدي و من خلفي (مشکوٰۃ بحوالہ ابی داؤد، جلد ۲ ص ۳۷۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے اور میرے پیچھے اس کا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔

۷۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت رسول الله ﷺ يقول الشهداء اربعة رجل مؤمن جيد الايمان اتى العدو فصدق الله حتى قتل فذلك الذي يرفع الناس اعينهم اليه يوم القيامة هكذا و رفع رأسه حتى وقعت قلنسوة فلا أدري

قلنسوۃ عمر اراد ام قلنسوۃ النبی ﷺ (جامع ترمذی)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ شہداء چار ہیں، ان میں سے ایک وہ آدمی ہے جو عمدہ ایمان والا ہے، وہ دشمن کی طرف آیا تو اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ (کے اجر وثواب) کی تصدیق کی (لڑتا رہا) حتی کہ وہ قتل ہو گیا تو یہ وہ شخص ہے جس کی طرف قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھیں اٹھائیں گے، اس طرح اور اپنا سر اٹھایا حتی کہ ٹوپی گر گئی (راوی کہتا ہے) مجھے معلوم نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس ٹوپی کے گرنے سے مراد اپنی ٹوپی گرنے کا کہا یا نبی ﷺ کی ٹوپی گرنے کا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ نے اس حدیث کو حسن درجے کی کہا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا نبی ﷺ اس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

۸۔ ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر کی ہے:

انہ ﷺ یلبس فی السفر ذوات الآذان و فی الحضر المضمر یعنی الشامیۃ

قال العراقی و ھو اجود الاسناد فی القلانس

ترجمہ: آنحضرت ﷺ سفر میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں مضمر یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے۔

عراقی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ٹوپیوں کے بارے میں یہ حدیث بہت عمدہ اسناد والی ہے۔

۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں اور مصنف عبدالرزاق میں اس کے مانند امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔

ان اصحاب النبی ﷺ کانوا یسجدون و ایدیھم فی

قلنسوته و عمامته (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ترجمہ: نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں سجدہ کرتے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں سے کوئی آدمی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں ٹوپیاں یا پگڑیاں باندھے ہوتے تھے۔

۱۰۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب اللباس میں باب ''البرانس'' کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث لائے ہیں:

ان رجلا قال یا رسول اللہ ما یلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول اللہ ﷺ لا تلبسوا لقمص و لا العمائم و لا السراویلات و لا البرانس و لا الخفاف

(فتح الباری، جلد ۱۰ص ۲۷۱، ۲۷۲)

ترجمہ: ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! مُحرِم کونسے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: نہ قمیص پہنے، نہ پگڑیاں باندھے، نہ شلواریں پہنے، نہ برانس پہنے، اور نہ ہی موزے پہنے۔

(برانس، برنس کی جمع ہے، یہ ایک قسم کی ٹوپی ہے)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد جلد ۱ صفحہ ۲۷۳ پر باب ''العمائم'' منعقد فرما کر اس کے تحت بھی یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی لائے ہے۔

اس صحیح حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے عہدِ مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور پگڑیاں اکثر و بیشتر پہنے رہتے تھے، ورنہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اکثر و بیشتر چلتے پھرتے یا نماز ادا کرتے ہوئے ننگے سر رہنا ہی معمول ہوتا تو خاص طور پر ان چیزوں کی ممانعت (احرام کی حالت میں) بیان نہ کی جاتی جیسا کہ عورتیں اجانب

(غیروں) کے سامنے نقاب اوڑھے ہی رہتی ہیں حالانکہ احرام کی حالت میں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ منہ پر نقاب نہ ڈالیں الا یہ کہ کوئی اجنبی سامنے آگیا تو چادر کا پلو منہ پر ڈال لیا، امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر محدثین جنہوں نے کتاب اللباس کے تحت ان احادیث کو ذکر کیا ہے تو اس سے ان کا مقصد ان باتوں میں اقتداء واتباع تھا ورنہ ان باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: تمہارے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ﷺ (کی ذات مقدسہ) میں بہترین نمونہ ہے۔

یہ ارشاد عبادات وغیرہا سب کو شامل ہے، ہوسکتا ہے ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نعیم صاحب طعام وشراب اور لباس کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوں کہ ان میں سے جن اشیاء یا امور کے متعلق کوئی امر یا رغبت دلانے والا صیغہ وارد نہیں ہوا وہ مندوب ومستحب نہیں۔

لیکن راقم الحروف ان سے اتفاق نہیں کرسکتا، اس لئے کہ اگر آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ معمول نہ ہوتا تو جس طرح سر پر عمامہ یا ٹوپی کا ثبوت مل رہا ہے اس طرح ننگے سر چلتے پھرتے رہنے یا ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق بھی روایات ضرور مل جاتیں لیکن اس قسم کی ایک روایت بھی میرے علم میں نہیں آئی، جب سر ڈھانپے رکھنا آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ معمول ہوا تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہوگا، لہٰذا استحباب یا ندبیت کا انکار مناسب معلوم نہیں ہوتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو یہ حال تھا کہ لباس وطعام میں سے جو چیز نبی ﷺ کو پسند ہوتی تو وہی چیز وہ خود اپنے لئے بھی پسند کرتے تھے۔

صحیح بخاری کے کتاب اللباس میں "باب النعال السبتیہ وغیرہا" کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ عبید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں۔ انہوں نے حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ میں تم ہی کو وہ کرتے دیکھتا ہوں، تمہارے دوسرے اصحاب ان پر عمل نہیں کرتے، ان میں سے ایک چیز یہ ذکر کی کہ آپ "سبتیہ نعال" (بغیر بالوں کے جوتا) ہی پہنتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا:

اما النعال السبتية فانى رأيت رسول الله ﷺ يلبس النعال التى ليس فيها شعر و يتوضأ فيها فانا احب ان البسها (فتح الباری، جلد ا ص ۳۰۸)

ترجمہ: سبتیہ نعال یعنی بغیر بالوں کے جوتے تمہارے سوال کے متعلق جواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ جوتے وہی پہنتے تھے جن میں بال نہ ہوتے اور ان ہی میں وضو بھی کرتے تھے، لہٰذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسے ہی جوتے پہنا کروں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا سنت کے اتباع میں جو مقام ہے وہ کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح کے "**کتاب الاطعمة**" میں باب "الدباء" کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں:

ان رسول الله ﷺ اتى مولا له خياط فاتى...... فجعل يأكله فلم ازل احبه منذ رأيت رسول الله ﷺ يأكله

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنے ایک درزی غلام کے ہاں تشریف لائے، پھر وہ آپ ﷺ کے لئے کدو لے آیا، پھر آپ ﷺ اس کو کھانے لگے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے رسول ﷺ کو کدو کھاتے دیکھا، تب سے میں اسے پسند کرتا ہوں۔

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی ﷺ کی مرغوب اشیاء کو پسند کرنا باعث اجر

وثواب نہ تھا؟

اگر تھا تو یہی ندب واستحباب کی علامت ہے، اس لئے سر ڈھانپ کر چلنے پھرنے یا نماز وغیرہ پڑھنے کو پسندیدہ قرار نہ دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا، اسی طرح ہم نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو دیکھا کہ وہ اکثر وبیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں، یہ آج کل نئی نسل نے خصوصاً اہل حدیث جماعت کے افراد نے ننگے سر نماز پڑھنے کا جو معمول بنا رکھا ہے، اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جا سکتا ہے مسنون نہیں یا کسی چیز کے جائز ہونے کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ مندوبات ومستحبات کو بالکل ترک کر دیا جائے۔

جواز کے اظہار کے لئے کبھی کبھار اتفاقاً بھی ننگے سر رہنے پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن آج کل کے معمول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کتب احادیث میں جو مندوبات و مستحبات، سنن ونوافل کے ابواب موجود ہیں، یہ سراسر فضول ہیں اور ہمیں جواز اور رخص پر ہی عمل کرنا ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں، ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض پُر جوش اہل حدیث حضرات کی طرف سے بعض متشدد حنفیوں کی باتوں کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کا اس طرح جواب دیا جاتا رہا ہے۔

یہ بات افہام وتفہیم سے بھی ہو سکتی ہے، انہیں معقول دلائل پیش کیے جائیں اور اگر وہ پھر بھی اسی پر جمے رہیں اور حق کی طرف نہ آئیں تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کے لئے ہم مستحبات کا خاتمہ ہی کر دیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو دائمی معمول بنالیں پھر اگر یہی مقصود ہے تو گھر سے ہی ننگے سر آئیں اور نماز پڑھ لیں، لیکن یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ گھر سے تو سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر آتے ہیں لیکن مسجد میں داخل ہو کر سر سے ٹوپی وغیرہ اتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور نماز شروع کر دیتے ہیں، اس سے مولانا نعیم الحق کی تحریر کے مطابق ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز تو ضرور معلوم ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو بڑی غلط فہمی عوام میں پھیل جاتی ہے اور واقعی پھیل رہی ہے تو اس کی جانب بھی توجہ مبذول کرانا اشد ضروری ہے، اب عوام میں یہ غلط فہمی پھیلتی جاتی ہے کہ

گھر سے ٹوپی وغیرہ سر پر رکھ کر آنا چاہئے اور ننگے سر ہی نماز پڑھنی چاہئے کیونکہ یہی سنّتِ رسول ﷺ ہے اور اہل حدیث جماعت کے بہت سے افراد کا اس پر عمل ہے۔

اب آپ ہی سوچیں کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے اور یہ محض ہم اہلِ حدیثوں کی طرزِ عمل سے ہی پیدا ہو رہی ہے، حالانکہ صحیح تو کجا مجھے تو ایسی ضعیف حدیث بھی نہیں ملی، جس میں یہ ہو کہ نبی ﷺ گھر سے تو اس حال میں نکلے کہ سر پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آتے ہی اس کو اتار لیا اور ننگے سر نماز پڑھی۔ پھر اس طرح اس کو دائمی و مستمرہ معمولات میں سے بنانے کی وجہ سے لوگوں کو کیا یہ خیال نہ گزرتا ہوگا کہ یہی نبی ﷺ کی سنت ہے؟ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے بھی کیا یہ اہم و پسندیدہ بات نہیں کہ اکثر و بیشتر سر کو ڈھانپے رکھا جائے خواہ نماز میں خواہ اس سے باہر تا کہ یہ غلطی رفع ہو جائے، ننگے سر نماز پڑھنے والے اس دلیل کے طور پر ایک روایت ذکر کرتے ہیں جسے ابو الشیخ الاصبہانی نے اپنی کتاب ''اخلاق النبی ﷺ'' کے صفحہ ۱۱۵ میں ذکر کیا ہے جو سنداً تو بالکل ضعیف ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب اس روایت کو لے کر میرا معارضہ یا تعاقب شروع کر دیں، اس لئے حفظِ ما تقدم کے طور پر یہ روایت مع سند و متن اور اس کی سند پر کلام کے ساتھ پیش کر رہا ہوں تا کہ کوئی صاحب اس کو لے کر میدان میں نہ آ جائیں، روایت یہ ہے:

حدثنا محمد بن عمران بن جنید نا احمد بن عیسی المقانعی و سلیمان ابن داؤد السلال نا بشر بن یحیی المروزی نا مسلم بن سالم عن العزرقی عن عطاء و عن ابن عباس قال کان لرسول اللہ ﷺ ثلاث قلانس قلنسوۃ بیضاء مضربۃ و قلنسوۃ جھرآء و قلنسوۃ ذات اذان یلبسھا فی السفر و ربما وضعھا بین یدیہ اذا صلی

اس روایت میں ابو الشیخ الاصبہانی کے استاذ اور اس کے دو شیوخ احمد بن عیسی

البقالی اور سلیمان بن داود السلال کے حالات ہمارے پاس موجود مصادر و مراجع میں سے کسی میں بھی نہیں، آگے چوتھے نمبر پر بشر بن یحییٰ المروزی آتے ہیں، ان کا تذکرہ بھی سوائے الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم کے اور کسی کتاب میں نہیں ہے اور الجرح والتعدیل میں بھی صرف یہ ہے کہ کان صاحب الرای، یہ الفاظ توثیق وتعدیل کے نہیں ہیں، لہٰذا یہ بھی مجہول الحال ہی ہوا، پھر مسلم بن سالم کا نمبر آتا ہے، یہ بلخی ہیں، متروک اور وضاع ہیں، جملہ ائمہ محدثین ان کی تضعیف پر متفق ہیں، پھر العرزمی ہیں اور غالب ظن یقین کے قریب، یہ بات ہے کہ یہ محمد بن عبید اللہ ابن ابی سلیمان العرزمی ہیں اور یہ بھی متروک ہیں، ان کے بعد عطا ہیں، یہ ابن ابی رباح ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے تقریب التہذیب، المیزان واللسان)

اب ایسی روایت سے جس کی اسناد ''ظلمات بعضها فوق بعض'' کا مصداق ہو اس سے استناد کوئی جاہل کرے تو کر سکتا ہے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے حدیث کے علم سے نوازا ہے وہ اس سے استدلال کی جرأت نہیں کر سکتا۔

بعض حضرات اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں یہ وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور اس میں ٹوپی وغیرہ بھی داخل ہے یعنی بغیر سر ڈھانپے نماز پڑھی۔

اولاً: یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی تنگی تھی اور اتنی فراوانی نہ ہوئی تھی جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہم میں سے ہر ایک کے پاس دو تین کپڑے نہ تھے۔

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ سے کسی نے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟

اس سے جو بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

ثانیاً: میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواز

کے ثبوت سے اس کا نزلہ یہ حضرات صرف ٹوپی وغیرہ پر ہی کیوں گرانے پر مصر ہیں، اگر ننگے سر نماز پڑھنے کے مسنون ہونے کا مدار آپ حضرات ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی حدیث پر ہی رکھتے ہیں تو بسم اللہ آپ گھر سے ہی کریں کہ ایک کپڑے کے سوا سب کپڑے اتار کر پھر مسجد میں آیا کریں اور اس طرح نماز بھی پڑھ لیں۔ یہ اچھی ستم ظریفی ہے کہ گھر سے تو قمیص، شلوار، کوٹ وغیرہ پہن کر آتے ہیں اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد صرف پگڑی یا ٹوپی اتار کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔

کیا آپ حضرات کے نزدیک اس کا معنی و مطلب یہ ہے کہ اور تو سب کپڑے پہنے ہونے چاہئیں صرف ٹوپی وغیرہ کو اتار دیا جائے لیکن یہ مطلب سراسر غلط ہے۔

شاید کچھ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم ہے کہ مسجد میں زینت پکڑو یعنی لباس پہنو اور جب آج کپڑوں کی فراوانی ہے تو ہم یہ سارا لباس زیب تن کرتے ہیں لیکن سر کو ننگا رکھتے ہیں، لوگوں کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ اگر دوسرے کپڑے زینت میں داخل ہیں تو ٹوپی وغیرہ کو آپ کس دلیل سے اس زمرہ سے نکال کر باہر لا رہے ہیں، اوپر صفحات میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا اکثر و بیشتر معمول سر کو ڈھانپنا تھا لہٰذا میں ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھانپنے کے زینت ہونے پر اور کیا مضبوط ثبوت پیش کر سکتا ہوں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ﷺ کا پسندیدہ معمول اعلیٰ درجہ کی زینت بھی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بھی۔

بہر حال ان وجوہات کی بناء پر مجھے تو نماز کی حالت میں اور عام حالت میں سر ڈھانپنا ہر حال میں بہتر و اولیٰ اور مستحب و مندوب نظر آتا ہے، اگر کسی اہلِ علم نے اس پر تعاقب فرمایا کہ میری اس کاوش کو غیر صحیح ثابت کر دیا اور بات سمجھ میں آ گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ رجوع بھی کر لوں گا۔

وما علینا الا البلاغ

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری کی دیگر تالیفات

۱۔ عاشقانِ رسول ﷺ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ

۲۔ بزرگانِ نقشبندیہ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ

۳۔ بزرگانِ چشتیہ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ

۴۔ بزرگانِ قادریہ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ

۵۔ بزرگانِ سہروردیہ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ

۶۔ تجلیات غفوری

۷۔ مجاذیب کی پراسرار دنیا

۸۔ نعت رسول ﷺ کی فضیلت بمع عربی قصائد

۹۔ فضیلت دعوت و تبلیغ

۱۰۔ خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول

۱۱۔ التحقیق الحسین یعنی فضیلت ﷺ وکراہت صللم، صلعم

۱۲۔ اسلامی پہیلیاں

۱۳۔ رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی

ناشر

مکتبہ عمر فاروق

شاہ فیصل کالونی، کراچی

التشریح الوافی فی حل

مختصر القدوری

مصنف

مولانا نصیب اللہ (ابن الحاج عبدالصمد مالیزئی)
مدرس جامعہ اسلامیہ بحر العلوم سریاب کسٹم کوئٹہ

﴿......ناشر......﴾

مکتبہ عمر فاروق

4/501 شاہ فیصل کالونی کراچی فون 021-4594144-8352169


خلافت راشدہ
اسلامی پہیلیاں
داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام
0302-2691277